ہیٹ والا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۰۹

ہیٹ والا

اشتیاق احمد

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

باراول	:	یکم اگست ۱۹۸۴ء
طابع	:	اشتیاق احمد
مطبع	:	زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
خوشنویس	:	مہر عبدالرشید راہی جھنگ
سرورق	:	محمد جاوید چغتائی لاہور
طباعت سرورق	:	پریمیم پرنٹرز، لاہور
قیمت	:	■ روپے

اشتیاق پبلیکیشنز، راجپوت مارکیٹ اُردو بازار لاہور

حدیث شریف :

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا :

مجھے تم پر فقر اور ناداری (غربت، تنگ دستی) کا زیادہ اندیشہ نہیں، بلکہ مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ تم پر دنیاوی مال و متاع کے دروازے کھول دیے جائیں، جس طرح کہ تم سے پہلوں پر کھول دیے گئے تھے، پھر تمہیں دنیا کی اس طرح چاٹ لگ جائے، جس طرح تم سے پہلوں کو لگی تھی (نتیجہ یہ نکلے) کہ تمہیں دنیا اس طرح تہس نہس کر کے رکھ دے، جس طرح اس نے اگلوں کو برباد کیا۔ (مشکوٰۃ)

تشریح : اسلام میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ نہ تو راہبوں کی طرح دنیا کی نعمتوں سے الگ ہو جانا چاہیے اور نہ دنیا کی راحتوں میں ڈوب جانا کہ زندگی کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔ دولت کی زیادتی تنگ دستی کی نسبت زیادہ خطرناک ہے۔

پھر وہی دو باتیں۔ ناول مکمل کرتے ہی دو باتیں کا پہاڑ میرے سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ یا یوں کہیں کہ دو باتیں کا ہوّا میرے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور میں اس کے خلاف ڈٹ جاتا ہوں ۔۔۔ اب کبھی تو ایسا ہوتا ہے، میں اس پہاڑ کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاتا ہوں اور کبھی اس کے آگے ہتھیار ڈالتے ہی بنتی ہے یا یہ کہ اس کے نیچے دب کر رہ جاتا ہوں اور جب کبھی ایسا ہوتا ہے، آپ مجھے دو باتیں میں ڈھونڈتے رہ جاتے ہیں، لیکن میں ہوں کہ نظر آتا ہی نہیں۔ آپ لوگ موٹے موٹے شیشوں کی عینکوں سے بھی کام لینے کی کوشش کر گزرتے ہیں، لیکن کامیابی آپ کو چھو کر بھی نہیں گزرتی، لہٰذا سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں۔ میں نظر آؤں بھی کیسے ۔ نظر آنے والی چیز جو نہیں ہوں ۔ میں کئی مرتبہ خود اپنے آپ کو ڈھونڈتا رہ جاتا ہوں اور جب ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک جاتا ہوں تو چپکے سے اپنے سامنے آ بیٹھتا ہوں۔ ایسے میں میں پکار اٹھتا ہوں۔ ارے، میں تو یہ رہا، اور میں کہاں کہاں ڈھونڈتا رہا۔ ان دو باتیں کو پڑھ کر اگر آپ خود کو گم ہوتا محسوس کریں تو اپنی تلاش میں دُور نکل جائیے گا، کیونکہ ابھی آپ کو یہ ناول بھی پڑھنا ہے۔

کل والے صاحب

خان رحمان نے اس آدمی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا؛ حالانکہ اس کے سر پر دو سینگ اگے ہوئے نہیں تھے ۔۔۔

"خیر تو ہے جناب، آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وہ بوکھلا اٹھا ۔۔۔

"آپ نے بات ہی ایسی کی ہے۔" وہ بولے۔

"میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی ۔۔۔ صرف یہ کہا ہے کہ میں آپ کی ٹم ٹام والی زمین منہ مانگے داموں خریدنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر آپ فروخت کرنا پسند کریں گے۔" اس نے کہا۔

"ہاں، آپ نے بالکل یہی بات کہی ہے، لیکن میرے لیے یہ بات بہت حیران کن ہے ۔۔۔ ٹم ٹام ایک بالکل بنجر علاقہ ہے۔ کوڑیوں کے مول وہاں زمین مل جاتی ہے، پھر بھلا آپ اس علاقے میں میری زمین منہ مانگے داموں کیوں خریدنا چاہتے ہیں۔ میری اس زمین کے تو چاروں طرف دُور دُور تک زمین خالی پڑی ہے،

اور جن لوگوں کے وہ پلاٹ ہیں، انہیں ہر حالت میں فروخت کر دینا پسند کرتے ہیں۔ آپ کو وہ پلاٹ بہت سستے داموں مل جائیں گے، پھر آپ کیوں مجھے منہ مانگی قیمت دینے پر تلے ہیں۔"

"آس پاس کے پلاٹ بھی خرید لیے جائیں گے۔ آپ اپنی زمین کی بات کریں۔"

"بھئی میرے حالات ٹھیک ٹھاک ہیں، پھر میں کیوں اسے فروخت کروں۔" انہوں نے قدرے جھنجلا کر کہا۔

"آپ نے وہ زمین کس مقصد کے تحت خریدی تھی؟" اس نے پوچھا۔

"ایک دوست نے مشورہ دیا تھا کہ بہت ہی سستی زمین بک رہی ہے، خرید لوں۔ ہو سکتا ہے، دس بیس سال بعد وہاں کوئی شہر آباد ہو جائے اور اس جگہ کی اچھی قیمت مل جائے۔ چنانچہ میں نے بھی چار کنال زمین خرید لی۔"

"تو پھر دس بیس سال بعد آپ کے خیال میں جو قیمت مل سکتی ہے، وہ آپ آج ہی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اچھا، مجھے غور تو کر لینے دیں۔ ویسے آپ نے اب تک یہ بات نہیں بتائی کہ آپ اس زمین میں اتنی دل چسپی کیوں لے رہے ہیں؟"

"بس لے رہا ہوں۔۔۔ یوں سمجھ لیں، میں زمینوں کی خرید و

فروخت کا ہی کام کرتا ہوں۔"

"اچھا خیر، تو پھر آپ مجھے اس زمین کے دو لاکھ روپے دے دیں۔" خان رحمان تنگ آ کر بولے۔۔۔ انہوں نے وہ زمین صرف سولہ ہزار روپے کی خریدی تھی۔

"ضرور کیوں نہیں۔۔۔ میں ابھی چیک لکھے دیتا ہوں۔ آپ اقرار نامہ لکھ دیں، رجسٹری بعد میں کرا لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا۔

زمین کے گاہک کا نام ارمان بخاری تھا۔ چیک دے کر اور رسید لے وہ چلا گیا۔۔۔ خان رحمان کچھ دیر تک سوچ میں گم رہے، پھر اس پراپرٹی ڈیلر کو فون کیا، جس سے زمین خریدی تھی۔۔۔

"ہیلو غازی صاحب، میں خان رحمان بول رہا ہوں۔۔۔ آپ کو یاد ہو گا، پچھلے سال میں نے آپ سے چار کنال زمین ٹم ٹام میں خریدی تھی۔ میں اسی علاقے میں اور زمین خریدنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن جناب، اب اس علاقے کی زمین کے ریٹ بہت چڑھ گئے ہیں۔" غازی کی آواز سنائی دی۔

"او ہو اچھا۔" خان رحمان چونک کر بولے، پھر جلدی سے کہا:

"تو اب کیا بھاؤ چل رہا ہے؟"

"ایک لاکھ روپے کنال۔" اس نے کہا۔

"کیا کہا، ایک لاکھ روپے کنال؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب،

شاید آپ بھول گئے، میں نے آپ سے زمین صرف چار ہزار روپے کنال
کے حساب سے خریدی تھی۔"

"اچھی طرح یاد ہے۔ لیکن اب آس پاس کی زمینیں ایک لاکھ
روپے کنال میں فروخت ہو رہی ہیں۔ یہ آج اور اس وقت کا بھاؤ
ہے۔ کل نہیں کہہ سکتا۔"

"اوہ، اچھا — میں آپ کو ٹھہر کر فون کروں گا۔" یہ کہہ کر
انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور سوچ میں گم ہو گئے۔ اس طرح تو وہ
زمین منہ مانگے داموں فروخت کر کے بھی دو لاکھ روپے نقصان میں
رہے تھے۔ انہیں فروخت کرنے سے پہلے پراپرٹی ڈیلر سے پوچھ لینا
چاہیے تھا، لیکن وہ تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بھاؤ اس قدر
ہو سکتا ہے — آخر انہوں نے کچھ سوچ کر پھر پراپرٹی ڈیلر کو
فون کیا —

"ہیلو، غازی اکبر بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"اور میں خان رحمان ہوں۔ میں اس علاقے میں دس کنال زمین
اور خریدنا چاہتا ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ دس لاکھ روپے کا چیک لے کر آ جائیے۔ زمین
آپ کو دکھا دی جائے گی اور کاغذی کارروائی بھی کر لی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے، میں آ رہا ہوں۔" انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ کر
کھڑے ہو گئے —

دوسرے دن ان کے گھر کی گھنٹی پھر بجی — ظہور نے دروازہ کھولا
اور پھر ملاقاتی کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر خان رحمان کے پاس پہنچا۔

"خان صاحب، کل والے صاحب آئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"کل والے صاحب، کیا مطلب؟"

"جی، مطلب کس بات کا بتاؤں — کل والے کا یا صاحب
کا۔" ظہور گڑبڑا گیا۔

"بدتمیز، تم نے ان کا نام کیوں نہیں پوچھا؟"

"اس خیال سے کہ وہ کل بھی آ چکے ہیں اور آپ کو ان کا نام
معلوم ہی ہو گا۔"

"اچھا بھاگ جاؤ، اور جلدی سے میرا سوٹ استری کر دو۔
آدھ گھنٹے بعد مجھے ایک جگہ جانا ہے۔ خبردار، سوٹ جل نہ جائے۔
اور ہاں، سلمیٰ ہانڈی کے پاس ہی موجود ہے نا۔"

"ہاں، کل کی سزا ہم دونوں کو اب تک یاد ہے، لہذا ہانڈی
سے دور کس طرح ہو سکتی ہے، بلکہ احتیاط کے طور پر میں بھی
اس کے پاس ہی موجود تھا اور جب میں استری کروں گا تو احتیاط
کے طور پر وہ میرے پاس آ کر کھڑی ہو جائے گی۔" اس نے
جلدی جلدی کہا۔

"اور اس وقت ہانڈی کا کیا بنے گا؟" خان رحمان گھبرا کر
بولے۔

"جی ہانڈی کا بھلا کیا بن سکتا ہے ـ بس ہانڈی ہی رہے گی۔"

"اچھا، زیادہ ٹرٹر نہ کرو ـ پہلے میں ملاقاتی سے مل لوں۔ پھر تم سے نبٹوں گا۔"

"بہتر، میں آپ کو استری سٹینڈ پر ملوں گا۔" ظہور نے کندھے اچکائے۔

"دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"جی کیا مطلب، میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی کہ آپ کو میرے دماغ کے چل جانے کا خیال آگیا؟"

"یہ کہ تم مجھے استری سٹینڈ پر ملو گے ـ بے وقوف، استری سٹینڈ پر تو اس وقت میرا سوٹ ہو گا اور تم فرش پر کھڑے ہو گے۔ تمہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ تم استری سٹینڈ کے پاس فرش پر ملو گے اور پھر مجھے پاگل کتے نے تھوڑا ہی کاٹا ہے کہ میں تمہارے پاس جاؤں گا۔ میں تو تمہیں آواز دے کر اپنے کمرے میں بلاؤں گا۔"

"لیکن جناب، اس طرح سوٹ جل جائے گا۔" ظہور نے گویا خبردار کیا۔

"تو پھر سزا کے لیے بھی تیار رہنا۔" انہوں نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ جونہی اندر داخل ہوئے، ٹھٹک کر رہ گئے۔

اندر واقعی کل والا ملاقاتی ارمان بخاری موجود تھا۔

"آپ..... پھر تشریف لے آئے، خیر تو ہے، کیا زمین واپس کرنے آئے ہیں۔"

"واپس کرنے ـ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خریدی ہوئی چیز بھی کہیں واپس کی جاتی ہے ـ ہاں فروخت ضرور کی جا سکتی ہے۔ ویسے میں نے سنا ہے۔ آپ نے اس علاقے میں دس کنال زمین اور خریدی ہے۔"

"ہاں، تو پھر۔" انہوں نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"پھر یہ کہ میں آپ سے وہ زمین بھی خریدنا چاہتا ہوں۔" اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"کیا؟" خان رحمان چلا اٹھے۔

"ہاں، آپ نے وہ زمین دس لاکھ روپے میں خریدی ہے نا، میں آپ کو اس کے بارہ لاکھ روپے دے سکتا ہوں، بھئی صرف ایک دن میں دو لاکھ روپے منافع۔" اس نے کہا۔

"آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟"

"ہوتا کیا، زمین کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔"

"لیکن کل سے پہلے جس زمین کی کوئی قیمت نہیں تھی — کوئی اسے پوچھتا بھی نہیں تھا — آج اس کی مانگ کیوں بڑھ گئی ہے؟"

"یہ کاروباری راز ہے جناب — آپ یہ بتائیے: زمین فروخت کر رہے ہیں یا نہیں۔"

"پندرہ لاکھ روپے سے کم نہیں لوں گا۔" وہ بولے۔

"چلیے یونہی سہی۔" اس نے فوراً کہا اور چیک لکھنے لگا — خان رحمان دھک سے رہ گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ پندرہ لاکھ روپے میں زمین خریدنا پسند کرے گا۔ اب انہیں بھی اقرار نامہ لکھ کر دینا پڑا۔ ارمان بخاری کے جانے کے بعد انہوں نے پراپرٹی ڈیلر کو فون کیا۔

"ہیلو غازی صاحب، اب ٹم ٹام میں زمین کا کیا بھاؤ ہے؟"

"تین لاکھ روپے فی کنال — کیا آپ اور زمین خریدنا چاہتے ہیں؟" ادھر سے شوخ آواز میں کہا گیا۔

"کیا کہا، تین لاکھ روپے کنال۔" وہ تقریباً چیخ اٹھے اور ریسیور ان کے ہاتھ سے گر گیا — چند لمحے تک وہ ساکت بیٹھے رہے، پھر اٹھے اور ظہور کے پاس آئے۔

"ظہور، استری چھوڑ دو اور گاڑی نکالو۔"

"لیکن خان صاحب، سوٹ تو بس مکمل ہونے والا ہی ہے۔"

"میں نے کہا ہے، استری چھوڑ دو اور کار نکالو۔"

"ج، جی بہتر — لیکن جناب، اس طرح تو سوٹ جل جائے گا۔ کیونکہ استری اس وقت سوٹ پر ہے۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا — استری کو سوٹ پر چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"اوہ ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔" ظہور نے جلدی سے کہا اور استری کو سٹینڈ پر کھڑا کر کے باہر کی طرف بھاگا۔ عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی اور اس کے بھاگتے قدم رک گئے۔ وہ خان رحمان کی طرف مڑا۔

"اب کیا حکم ہے جناب، پہلے بیرونی دروازہ کھولوں یا گیراج کی طرف جاؤں۔"

"دیکھو، کون آیا ہے — گھنٹی بجانے کا انداز جانا پہچانا ہے — شاید یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں — ارے لیکن آج تو بیگم اور بچے گھر میں ہیں ہی نہیں۔"

ظہور اس وقت تک دروازے پر پہنچ چکا تھا — جوں ہی اس نے دروازہ کھولا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ پر نظر پڑی۔

"یہ تو واقعی آپ لوگ ہیں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"تو کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ جھوٹ موٹ ہم ہیں۔" فاروق نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"نن نہیں، بھلا میں یہ خیال کس طرح کر سکتا ہوں۔" اس نے

گھبرا کر جواب دیا۔

تینوں اندر داخل ہوئے اور پھر خان رحمان پر نظر پڑتے ہی ان کی طرف لپکے۔ خان رحمان بھی ان کی طرف بڑھے۔

"اسلام علیکم انکل۔"

"وعلیکم السلام، آؤ بھئی آؤ — خوب موقعے پر آئے۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"خوب موقعے پر، نہیں تو انکل، ہم تو موٹر سائیکلوں پر آئے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"میرا مطلب تھا، اچھے موقعے پر آئے۔" وہ گڑبڑا گئے۔

"کیوں، کیا سیر وغیرہ کا کوئی پروگرام ترتیب دے رکھا ہے آپ نے؟"

"نہیں بھئی، حامد، سرور، ناز اور ان کی امی تو ایک رشتے دار کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔"

"تب ہم کیا خاک موقعے پر آئے انکل۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"بھئی، یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھے ایک جگہ جانا ہے۔ اب میں تم لوگوں کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

"لیکن اس ایک جگہ ہماری کیا ضرورت انکل۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ضرورت، پتا نہیں ہے یا نہیں — بس میں تو تم لوگوں کو ساتھ

لے جانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر چلیے، ہم ضرور چلیں گے۔"

"ظہور، گاڑی نکالو۔" انہوں نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ظہور گاڑی چلا رہا تھا۔ تینوں خان رحمان کے ساتھ بیٹھے تھے۔

"اب بتائیے، کیا معاملہ ہے اور ہم کہاں چل رہے ہیں؟"

"ذرا ٹم ٹام تک جائیں گے۔"

"ٹم ٹام، یہ کون صاحب ہیں۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"صاحب نہیں، ایک جگہ کا نام ہے۔ شہر سے تقریباً بیس کلومیٹر دور — اجاڑ، بے آباد اور بنجر زمین ہے۔"

"ہم اس اجاڑ، بے آباد اور بنجر جگہ جا کر کیا کریں گے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی کچھ نہ پوچھو۔" انہوں نے کہا۔

"بہت اچھا — جب آپ اجازت دیں گے، پوچھ لیں گے — پوچھنے کا کیا ہے — روز ہی پوچھتے تاچھتے رہتے ہیں۔" فاروق جلدی جلدی بولا۔

"توبہ ہے، تم سے — ایک بات کے پیچھے پڑنا تو کوئی تم سے سیکھے۔"

"کوئی سے پہلے تم کیوں نہ سیکھ لو۔" فاروق مسکرایا۔

"تم لوگ آئے کس سلسلے میں تھے۔ یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں۔"

"ابا جان نے بھیجا تھا آپ کی طرف —— وہ چاہتے ہیں، آپ ان دنوں کسی بھی قسم کی خرید و فروخت نہ کریں۔ یعنی روزمرہ کی چیزوں کے علاوہ کوئی چیز نہ خریدیں۔"

"کک، کیا مطلب؟" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"جی، مطلب تو ہمیں بھی نہیں معلوم۔"

"لیکن یہ بات تو وہ فون پر بھی کہہ سکتے تھے۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"نہ جانے کیوں، انہوں نے ہمیں بھیجنا پسند کیا۔"

"حیرت ہے، انہوں نے ایسا پیغام کیوں بھیجا۔" وہ پریشان ہو کر بولے — یہ بات محمود سے چھپی نہ رہ سکی؛ چنانچہ بولا:

"خیر تو ہے انکل، آپ کچھ فکرمند سے لگ رہے ہیں۔"

"ہاں، اس لیے کہ ان کا پیغام ملنے سے پہلے ہی میں خرید و فروخت کر چکا ہوں۔"

"جی، کیا مطلب؟" فرزانہ چونک کر بولی۔

"اور اس وقت بھی اسی سلسلے میں جا رہا ہوں، لیکن میں حیران ہوں — جمشید کو خرید و فروخت کے بارے میں کیا بات معلوم ہو گئی اور انہوں نے مجھے خبردار کرنا کیوں مناسب سمجھا۔"

"اس بات کا جواب تو وہی دے سکتے ہیں۔ ہم تو خود حیران ہیں۔"

"خیر، دیکھتے ہیں۔"

"کہیں آپ کوئی نقصان تو نہیں اٹھا چکے۔"

"ابھی تک تو نہیں، لیکن اگر جمشید کا پیغام نہ ملتا تو شاید میں نقصان اٹھا بیٹھتا، کیونکہ اس وقت میں زمین خریدنے کے لیے ہی جا رہا تھا۔"

"اوہ، تب تو آپ بالکل نہ خریدیں۔"

"ہاں، اب یہی کرنا ہو گا۔" وہ بڑبڑائے۔

"تب پھر ٹم ٹام جانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔"

"اب آئے ہیں تو ذرا چکر لگاتے چلیں —— ہاں میں زمین نہیں خریدوں گا، لیکن ہم ظاہر یہی کریں گے کہ زمین خریدنے کے ارادے سے آئے ہیں۔"

"آپ نے بتایا نہیں انکل، کس قسم کی خرید و فروخت کر چکے ہیں؟"

"زمین کی —— ٹم ٹام میں میں نے چار کنال زمین خرید رکھی تھی۔ جو دو سال پہلے صرف سولہ ہزار میں خریدی تھی۔ کل ایک گاہک میرے پاس آیا۔" اور وہ بتاتے چلے گئے۔

"تت —— تو —— آ: آپ نے چوبیس گھنٹے کے اندر تقریباً سات لاکھ روپے کما لیے۔" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں، اب میں اور زمین خریدنے آ رہا تھا، لیکن جمشید کے منع کرنے کی وجہ سے نہیں خریدوں گا۔ نہ جانے یہ کیا چکر ہے۔"

"چکر تو ضرور کوئی ہے اور اب ہم بھی اس علاقے کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ تم لوگوں کو اب زیادہ دیر تک بے چین نہیں ہونا پڑے گا۔" انھوں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

سڑک کے دائیں طرف دور بہت دور ایک ریتیلا میدان نظر آ رہا تھا۔ کہیں کہیں خود رو جھاڑیاں بھی نظر آ رہی تھیں، لیکن یہ بالکل خشک تھیں۔

"یہی علاقہ ٹم ٹام کہلاتا ہے۔ اوہو، یہاں تو میلا سا لگا ہے۔" خان رحمان نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ نزدیک پہنچنے پر وہاں بہت ہل چل دکھائی دی تھی۔

خرید و فروخت

سیکڑوں آدمی ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ چار پانچ شاندار قسم کے ٹینٹ لگے ہوئے تھے۔ ان ٹینٹوں میں میزیں اور کرسیاں بچھی تھیں۔ ایک ٹینٹ پر غازی اکبر پراپرٹی ڈیلر کا نام موٹے حروف میں لکھا نظر آیا۔ باقی ٹینٹوں پر بھی مختلف پراپرٹی ڈیلروں کے نام لکھے تھے۔ ایک جگہ سوڈا واٹر اور چائے کا سٹال بھی نظر آیا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے، یہ جگہ بہت جلد شہر میں تبدیل ہونے والی ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"لیکن اس صورت میں بھی زمین کے نرخ اس قدر اونچے نہیں ہو سکتے۔" خان رحمان بولے۔

"کیوں نہ آپ پراپرٹی ڈیلروں سے مل کر ریٹ معلوم کریں۔ شاید اس طرح کچھ اندازہ ہو جائے۔"

"ہاں آؤ۔" خان رحمان نے کہا اور غازی اکبر کے شامیانے

کی طرف بڑھے۔ میدان کے سرے پر وہ بڑی بڑی کئی کاریں کھڑی
دیکھ چکے تھے، لیکن ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شہر کا
ایک بہت بڑا رئیس غازی اکبر کے سامنے بیٹھا ہوگا۔ یہ اجمال خان
تھا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئے۔ غازی اکبر کی نظر ان پر پڑی۔
وہ چہک کر بولا:

"آئیے آئیے خان صاحب، آپ اجمال صاحب سے تو واقف
ہوں گے ہی۔"

"جی ہاں، دو تین تقریبات میں ان سے ملاقات ہو چکی ہے۔"

"یہ بھی زمین خریدنے کے سلسلے میں آئے تھے۔ آپ لوگ تشریف
رکھیے۔"

"شکریہ جناب، کیا ریٹ چل رہا ہے؟"

"ہر پل قیمت بڑھ رہی ہے۔۔ ابھی ابھی اجمال خان صاحب نے
دس کنال زمین خریدی ہے۔ چار لاکھ روپے کنال کے حساب سے؛
گویا انہوں نے صرف چالیس لاکھ روپے کی زمین خریدی ہے۔"

"اوہ آخر یہ یکایک اس زمین کو ہو کیا گیا ہے۔ کہیں سرخاب
کے پر تو نہیں نکل آئے اس میں سے۔" فاروق نے حیران ہو کر
کہا۔

"ایسی ہی کوئی بات ہوگی، لیکن ہمیں خود معلوم نہیں کہ بات
کیا ہے۔۔ ہم تو بس زمین خرید رہے ہیں اور بیچ رہے ہیں۔ اب

اگر اجمال خان صاحب کل آکر یہ دس کنال زمین فروخت کرنا چاہیں
گے تو ہم کل کے بھاؤ سے زمین خرید لیں گے۔"

"اور یہ ساری خرید و فروخت اقرار ناموں کے ذریعے ہی ہو
رہی ہے، کیونکہ اس قدر جلد جلد تو رجسٹریاں ہو نہیں سکتیں۔"

"ہاں بالکل، کاروباری دنیا میں تو لوگ صرف زبان پر اعتبار
کرتے ہیں۔" غازی اکبر نے کہا۔

اسی وقت ایک پتلا دبلا اور چندھیائی ہوئی آنکھوں والا
بیمار سا آدمی اندر داخل ہوا اور بولا۔۔

"غازی صاحب ہوشیار، اپنے پاس موجود سٹاک کی فروخت
فی الحال بند کر دیں۔۔ ریٹ طوفان کی سی تیزی سے چڑھ رہا ہے۔"

"کک، کیا مطلب؟" غازی اکبر بھونچکا رہ گیا: "الفو، تم کیا
کہنا چاہتے ہو۔"

"یہ کہ اب فی کنال ریٹ پانچ لاکھ روپے تک پہنچ گیا ہے۔"

"اوہ۔" ان سب کے منہ سے نکلا، پھر غازی اکبر نے اجمال
خان سے فوراً کہا:

"آپ اس تازہ بھاؤ پر اپنے دس کنال واپس دیتے ہیں؟"

"نہیں، میں چند دن ٹھہر کر فروخت کروں گا۔۔ چند دنوں بعد
تو ریٹ کہاں کا کہاں پہنچ جائے گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔۔ ویسے جب بھی آپ فروخت کرنا چاہیں،

مجھے ضرور بتائیں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے بتائے بغیر کسی دوسرے پراپرٹی ڈیلر سے سودا کرلیں۔"

"اچھی بات ہے، فکر نہ کریں — اب میں چلوں گا۔" یہ کہہ کر اجمال خان کھڑے ہوگئے۔

"کیا آپ کے پاس ابھی کچھ زمین ہے؟" خان رحمان بے تاب ہو کر بولے۔

"ہاں ہے، لیکن ابھی سودا نہیں کروں گا۔ اب کل سے پہلے کوئی سودا نہیں ہوگا۔ ذرا بھاؤ کا کچھ اندازہ ہو جائے۔"

"بہت بہتر — تب میں کسی ڈیلر سے بات کر لیتا ہوں۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"ضرور، ضرور — مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"آؤ بھئی چلیں۔" انہوں نے کہا اور شامیانے سے باہر نکل آئے۔

"اف انکل، یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا — میرا جی بے تحاشا بہت سی زمین خرید لینے کو چاہ رہا ہے۔ ادھر جمشید نے مجھے روک دیا ہے۔ شاید اسے زمین کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ میرا خیال ہے مجھے کچھ زمین ضرور خرید لینی چاہیے — ایسا نہ ہو، بعد میں مجھے پچھتانا پڑے۔"

"ہم اس کا مشورہ نہیں دیں گے انکل — ابا جان نے اگر آپ کو منع کیا ہے تو پھر کچھ سوچ کر ہی منع کیا ہوگا۔" محمود بولا۔

"خیر آؤ، دیکھتے ہیں۔" انہوں نے کہا اور دوسرے شامیانے کی طرف بڑھ گئے۔ اندر عینک والا ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا نظر آیا۔

"کیوں جناب، آپ کے پاس قابلِ فروخت کچھ زمین ہے؟"

"ہے تو ضرور، لیکن فی الحال ہم نے فروخت بند کر دی ہے۔"

"اوہ اچھا۔" انہوں نے کہا اور باہر نکل آئے۔

باقی دو پراپرٹی ڈیلروں سے بھی انہوں نے بات کی، لیکن وہ بھی فروخت بند کر چکے تھے۔ آخر وہ تھک ہار کر اپنی کار کے پاس آئے۔

"یہ معاملہ میرے پلے نہیں پڑا، آخر یکایک اس زمین کی قیمت آسمان کو کیوں چھونے لگی۔" فرزانہ نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"صرف چھو ہی نہیں رہی، اور بلند ہو رہی ہے۔" فاروق نے کہا۔

"اور ان سب باتوں سے زیادہ عجیب بات ابا جان کا پیغام ہے جو انہوں نے انکل کو بھیجا کہ کسی قسم کی خرید و فروخت نہ

کریں۔ آخر انھوں نے یہ پیغام کیوں بھیجا؟" محمود بولا۔
"اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتے ہیں، لہٰذا ہم ان کے
پاس چلتے ہیں۔" خان رحمان نے کہا۔
"ہوں ٹھیک ہے۔"
وہ کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ ابھی دو اڑھائی کلومیٹر دور
ہی گئے ہوں گے کہ کانوں میں ایک چیخ لہرائی۔ خان رحمان نے
جلدی سے بریک لگائے اور چیخ کی سمت میں دیکھا۔ کافی فاصلے
پر انہیں دو آدمی ایک دوسرے پر جھپٹتے دکھائی دیے۔ انھوں
نے کار کا رخ اسی طرف موڑ دیا۔ لیکن پھر کار کے لیے مناسب
راستہ نہ پا کر نیچے اتر آئے اور اسی طرف دوڑ پڑے۔

○

محمود، فاروق اور فرزانہ کو خان رحمان کی طرف بھیج کر انسپکٹر
جمشید سوچ میں گم ہو گئے۔ ایسے میں بیگم جمشید بولیں:
"بھائی خان رحمان کو یہ عجیب و غریب پیغام کیوں بھیجا آپ
نے۔ کیا ان دنوں کچھ خرید و فروخت کرنے میں کچھ خطرہ ہے؟"
"ہاں، بالکل یہی بات ہے۔"
"کس قسم کا خطرہ، اور آپ کو اس خطرے کا احساس کس

طرح ہوا؟"
"ابھی ابھی مجھے ایک فون موصول ہوا تھا۔ فون میرے ایک
دوست کا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ملک میں ایک عجیب
طوفان آنے والا ہے۔ یہ طوفان خرید اور فروخت کا طوفان
ہو گا۔ اچھے بھلے سمجھ دار لوگ اس طوفان میں بہہ جائیں گے،
لہٰذا میں ہوشیار رہوں اور اپنے دوستوں کو بھی ہوشیار کر دوں؛
چنانچہ میں نے سب سے پہلے خان رحمان کو پیغام بھیج دیا۔
کیونکہ وہ اس قسم کے معاملات میں بہت تیزی دکھاتے ہیں۔"
"تب آپ نے پروفیسر داؤد صاحب کو پیغام کیوں نہیں بھیجا؟"
"ان کا ذہن تجارتی نہیں ہے۔ وہ اس قسم کے معاملات میں
کبھی نہیں الجھیں گے۔"
"آخر یہ طوفان کس قسم کا ہو گا اور پیغام دینے والے کو اس
طوفان کی آمد کا پہلے سے کس طرح پتا چل گیا؟"
"یہی میں سوچ رہا ہوں اور سوچ سوچ کر اس نتیجے پر
پہنچا ہوں کہ مجھے فوری طور پر اپنے اس دوست سے مل لینا
چاہیے، کیونکہ میرا فرض صرف خان رحمان کو چکر میں آنے سے
بچانا نہیں، ملک کے ہر فرد کو بچانا میری ذمے داری ہے۔
بشرطیکہ کوئی اس قسم کی بات سامنے آ جائے۔"
"ہوں، بات تو ٹھیک ہے، تو پھر آپ روانہ ہو جائیے۔"

"ٹھیک ہے، تم گھر کے دروازے کھڑکیاں بند رکھنا۔ نہ جانے کیوں مجھے عجیب سے خطرے کا احساس ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کوئی بہت چالاک آدمی ہر طرف سے جال پھیلا رہا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔۔ بیٹھے بٹھائے خطرے کا احساس شروع ہو گیا۔" بیگم جمشید بولیں۔

"اور ہاں، میری عدم موجودگی میں اگر کوئی عورت بھی آئے تو دروازہ نہ کھولنا۔۔ کیونکہ ہو سکتا ہے، کوئی عورت تمہارے زیورات خریدنے کی پیش کش لے کر آئے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں اپنے زیورات تو کسی قیمت پر نہیں بیچوں گی۔" انہوں نے کہا اور انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔ آخر وہ بھی ایک عورت ہی تھیں اور عورتوں کو زیورات سے بہت پیار ہوتا ہے۔

وہ باہر نکل کر جیپ میں بیٹھے اور ایک سمت میں چل پڑے۔ جیپ کی رفتار بہت تیز تھی۔۔ یہاں تک کہ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر مڑ گئے اور شہر کے سرے پر بنے مکانات میں سے ایک کے دروازے پر رک گئے۔ جیپ سے اتر کر انہوں نے دستک دی۔ لیکن کوئی باہر نہیں نکلا۔۔ دوسری بار ذرا زور سے دستک دی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا، جب کہ دروازہ اندر سے بند تھا۔۔ انہوں نے پریشان ہو کر مکان کے چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر پچھلی

طرف ایک کھلی کھڑکی دیکھ کر چونک اٹھے۔ جلدی سے کھڑکی پھلانگی اور پھر دھک سے رہ گئے۔ بلا کی رفتار سے مکان کی چھت پر پہنچے اور چاروں طرف دیکھا۔۔ دور بہت دور، جنگل میں ایک شخص بے تحاشا دوڑا جا رہا تھا۔ سمت کو ذہن میں رکھتے ہوئے انہوں نے پیچھے کی طرف دوڑ لگا دی اور پھر اسی سمت میں بھاگ نکلے۔ جیپ انہوں نے اس مکان کے باہر ہی چھوڑ دی تھی۔

تقریباً دس منٹ تک بلا کی رفتار سے دوڑتے رہنے کے بعد انہوں نے اسے جا لیا۔

"تم بچ کر نہیں جا سکتے۔ میں تم تک پہنچ گیا ہوں۔"

اس نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھا اور اور بھی تیز دوڑنے لگا انسپکٹر جمشید نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس پر جا پڑے۔ وہ اوندھے منہ گرا، پھر تیزی سے پلٹا اور دایاں ہاتھ ان کے منہ پر دے مارا۔۔ انسپکٹر جمشید اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے اور نہ انہیں یہ معلوم تھا کہ اس نے ہاتھ پر فولادی مکا چڑھا رکھا ہے، لہذا تیورا کر پیچھے گرے، وہ آدمی پھر اٹھ کر بھاگا۔۔ چند سیکنڈ بعد انسپکٹر جمشید نے ایک جھرجھری لی اور اٹھ کر بھاگے۔ اس بار وہ اس سے آگے نکلتے چلے گئے۔۔ اور کچھ فاصلے پر پہنچ کر مڑے۔

"اب کیا کرو گے، کہاں جاؤ گے؟" وہ بولے۔

"مم، ہیں ۔۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ ہانپتے ہوئے بولا

"ہاں، یہ تو ٹھیک ہے۔ تم مجھے زندہ چھوڑ بھی کس طرح سکتے ہو، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ بات تمہارے بس میں نہیں۔ زندگی اور موت تو بس خدا کے ہاتھ ہے۔"

"میرا ایک مکّا کھا چکے ہو، پھر بھی یہ کہہ رہے ہو۔" وہ خوف ناک انداز میں ہنسا ۔۔ اس کا ڈیل ڈول کافی تھا ۔۔ ہاتھ پیر بھی بہت مضبوط لگ رہے تھے ۔۔

"ہاں اور کیا کروں، مجبور ہوں۔" وہ بولے۔

اس نے اچانک ان پر چھلانگ لگا دی۔ حملہ وحشیانہ انداز میں کیا گیا تھا اور وہ بھی بلا کی پھرتی سے، لیکن اب انسپکٹر جمشید خبردار ہو چکے تھے ۔۔ جان چکے تھے کہ مقابلے میں کوئی اناڑی آدمی نہیں ہے۔ اس سے مقابلہ ذرا سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا؛ چنانچہ نہایت اطمینان سے جھکائی دے گئے۔ وہ دور تک لڑکھڑاتا چلا گیا۔ جھلا کر مڑا ۔۔ آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

"تم نے ایک خوف ناک موت کو اپنا مقدر بنا لیا ہے۔" وہ غرایا ۔۔

"یہ جان کر حیرت ہوئی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

وہ ایک بار پھر ان کی طرف آیا۔ فولادی مکّا ان کے منہ پر مارا، لیکن وہ ترچھے ہو گئے اور ساتھ ہی ایک دھپ اس کی کمر پر رسید کیا۔ وہ منہ کے بل گرا، لیکن سانپ کی طرح بل کھا کر پلٹا اور دونوں ٹانگیں ان کے سینے میں دے ماریں۔ کمان کی طرح جھک کر انہوں نے خود کو اس کے وار سے بچایا۔ اب اسے حملہ کرنے کا موقع دینا مناسب نہیں تھا، لہذا ہوا میں اچھلے اور اس کے سر پر ہاتھ کی ہڈی کا وار کرتے ہوئے دور نکل گئے۔ ہاتھ اس کی عین کھوپڑی پر پڑا ۔۔ پہلے تو زور سے چکرایا پھر گر ہی گیا ۔۔

"آؤ بھئی رک کیوں گئے؟" وہ اسے بے حس و حرکت دیکھ کر بولے۔

لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ اس پر جھک گئے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں مر تو نہیں گیا۔ فوراً ہی ان کی پیشانی پر فولادی مکّا لگا اور انہوں نے اس کے ہنسنے کی آواز سنی ۔۔

"بھئی واہ، تم تو بہت شاندار دھوکے باز ہو۔ خیر اب تمہارا دھوکا نہیں چلے گا۔" وہ بولے۔ اب پھر دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔

"لو سنبھلو، میں آ رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر دشمن نے چھلانگ لگائی، لیکن اس کے ساتھ ہی

وہ خود بھی چھلانگ لگا چکے تھے ــ وہ منہ کے بل گرا اور اس
قدر زور سے گرا کہ منہ سے ایک طویل چیخ نکل گئی ــ چند سیکنڈ
تک بے سدھ پڑا رہا، پھر اٹھ کر بھاگا ــ شاید وہ حوصلہ ہار
چکا تھا ــ اب اس طرح دوڑ رہا تھا، جیسے موت تعاقب میں
ہو ــ

اچانک ایک فائر کی آواز گونجی ــ وہ اچھل کر منہ کے
بل گرا اور ایک اور چیخ اس کے منہ سے نکلی، لیکن یہ آخری
چیخ تھی ــ انسپکٹر جمشید نے خود کو زمین پر گرا دیا اور لڑھکتے
چلے گئے۔ جو شخص اس بھگوڑے کو نشانہ بنا سکتا تھا، وہ ان پر
بھی تو فائر کر سکتا تھا ــ

چند سیکنڈ اسی حالت میں گزر گئے، لیکن دوسرا فائر نہ
ہوا ــ اب انہوں نے اس سمت میں دیکھا، جس طرف سے فائر
ہوا تھا، لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا ــ اس جگہ درخت خال خال
ہی تھے، لہذا دُور تک دیکھا جا سکتا تھا اور دور تک انہیں
کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا ــ اس کا مطلب یہ تھا کہ گولی
مارنے کے فوراً بعد وہ شخص بھاگ نکلا ــ اس نے رکنے کی
کوشش نہیں کی ــ جب کہ وہ لڑھکنے میں مصروف رہے تھے۔
اسی وقت انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی ــ

چونک کر دیکھا تو محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان چلے آ
رہے تھے ــ انہیں اس جگہ دیکھ کر ان کے چہرے پر حیرت
کے آثار پھیل گئے۔

ٹم ٹام

"تم کہاں بھاگے پھر رہے ہو۔ میں نے تو تمہیں اپنے انکل کو پیغام دینے کے لیے بھیجا تھا۔" انسپکٹر جمشید انہیں گھورتے ہوئے بولے:

"اور آپ کا پیغام ہم انہیں پہنچا چکے ہیں — اب یہ اور بات ہے کہ انکل پہلے ہی خرید و فروخت کی پلیٹ میں آ چکے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"خرید و فروخت کی پلیٹ میں۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہاں ہاں، کہہ دو کہ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فرزانہ جل بھن کر بولی۔

"نہیں، یہی تو افسوس ہے کہ یہ کسی ناول کا نام نہیں ہو سکتا — ایک تو یہ کہ بہت لمبا نام ہے، دوسرے یہ کہ اس میں سسپنس نہیں ہے۔"

"بس بس، رہنے دو اپنی تشریح — دیکھ نہیں رہے، ہمارے

سامنے ایک عدد لاش پڑی ہے۔" محمود نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب ان لاشوں کو کون سمجھائے — جب دیکھو سامنے آ جاتی ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ابا جان، کیا اسے آپ نے ہلاک کیا ہے؟"

"نہیں بھئی، کسی نامعلوم آدمی نے، جو کسی درخت کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔"

"یہ ہے کون اور آپ کا اس سے کیا تعلق؟ آپ یہاں کس طرح پہنچ گئے، ہم تو آپ کو گھر چھوڑ کر آئے تھے۔"

"تمہیں وہ فون یاد ہو گا، جسے سن کر میں نے تمہیں اپنے انکل کے پاس بھیجا تھا۔ بس میں فون کرنے والے سے ملنے نکل کھڑا ہوا، لیکن وہ مجھے اپنے گھر میں تڑپتا ملا۔ یہ شخص مجھے کافی فاصلے پر دوڑتا نظر آیا۔ میں سمجھ گیا، میرے دوست کا قاتل یہی ہے؛ چنانچہ میں اس کے پیچھے بھاگا اور اس تک پہنچ گیا۔ میری اور اس کی جھڑپ ہوئی اور یہ بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ میں اس کے پیچھے بھاگا، لیکن اسی وقت ایک گولی نے اس کا کام تمام کر دیا — اوہو، ہمیں فوراً اس دوست کے گھر پہنچنا چاہیے، شاید وہ زندہ ہو۔" یہ کہہ کر انہوں نے دوڑ لگا دی وہ بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ یہاں تک کہ کھڑکی کے

ذریعے اس مکان میں داخل ہو گئے ۔ انسپکٹر جمشید اس شخص کا سر گود میں لیے بیٹھے تھے اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ ایسے میں اچانک اس کی آنکھیں کھل گئیں اور انسپکٹر جمشید کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کے منہ سے نکلا :

"اَل — اَل —"

اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی ۔

"شاید یہ بے چارہ اللہ کہنا چاہتا تھا۔" محمود نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں، مرتے وقت آدمی کو اللہ تعالیٰ کا خیال ضرور آتا ہے۔ بشرطیکہ وہ زندگی میں اللہ کو یاد کرتا رہا ہو۔" فرزانہ نے کہا۔

"خان رحمان، محمود کو لے کر کسی پبلک فون بوتھ تک جاؤ۔ اکرام کو فون کرنا ہے۔"

"اچھا، آؤ محمود چلیں۔"

"لیکن ابا جان، یہ ہیں کون صاحب۔"

"یہ میرے بہت پرانے دوست ہیں۔ سال میں ایک آدھ بار ہی ان سے ملاقات ہوتی تھی — ان کا کام صرف مجھے کبھی کبھار کوئی اطلاع دینا تھا اور کچھ نہیں — یہ کیا کرتے تھے، میں نہیں جانتا — بس اچانک ان کا پیغام ملتا کہ ملک میں فلاں گڑبڑ ہونے والی ہے اور میں حرکت میں آجاتا۔ ان کی دی ہوئی

اطلاع کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے آج بھی ان کا پیغام ملتے ہی تمہیں خان رحمان کی طرف بھیج دیا اور پھر ان سے ملنے یہاں چلا آیا۔ میرے لیے بھی یہ بہت ہی پراسرار آدمی تھے — آج تک میں ان کے بارے میں کچھ پتا نہ چلا سکا۔ کئی بار انہیں ٹٹولا، لیکن انہوں نے اپنے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ بہت ضد کرنے پر صرف اتنا کہا کہ میں ملک کا ہمدرد ہوں اور ملک کو نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتا، لیکن ملک نقصان پہنچنے کی اطلاعات انہیں کس طرح مل جاتی تھیں، یہ بات آج تک معلوم نہیں ہو سکی۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"حیرت ہے، آپ بھی کچھ معلوم نہیں کر سکے۔"

"میں نے اس سلسلے میں زیادہ کوشش کی بھی نہیں، کیونکہ سوچ سوچ کر میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ میرے یہ دوست دراصل کوئی غیر ملکی جاسوس ہیں، لیکن یہ ملک کو کوئی نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتے؛ گویا یہ بظاہر غیر ملک کے جاسوس ہیں، اندر سے یہ ہمارے ملک کے ہی جاسوس ہیں — آئی جی صاحب نے بھی مجھے ان کے بارے میں چھان بین نہ کرنے کی ہدایت کی تھی اور ان کی اس ہدایت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔"

"تب تو یہ خرید و فروخت کا چکر، کوئی غیر ملکی چکر جان پڑتا ہے۔"

محمود جلدی سے بولا۔

"ہاں، لیکن باتیں تو ہم بعد میں بھی کر لیں گے۔ تم پہلے اکرام کو فون کر آؤ۔ ابھی جنگل میں پڑی لاش پر بھی قبضہ کرنا ہے۔ اس دوران میں فاروق اور فرزانہ سے تم لوگوں کے یہاں تک آنے کی تفصیل سن لوں گا۔"

"جی بہتر۔" محمود نے کہا اور خان رحمان کے ساتھ باہر نکل گیا۔ فرزانہ انہیں ٹم ٹام کی زمین کے بارے میں بتانے لگی۔

"حیرت ہے، بھلا ایک بنجر زمین میں ایسی کیا چیز نظر آ گئی اور اگر نظر آ گئی تھی تو اس کی خرید و فروخت کیوں شروع ہو گئی۔ اس صورت میں تو خفیہ طور پر اس زمین پر قبضہ کیا جا سکتا تھا۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ بات تو میرے حلق سے بھی نہیں اتر رہی۔" فاروق بڑبڑایا۔

"تمہارے حلق سے کیسے اترے۔ عقل کے خانے تو بند ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"خیر، خان رحمان نقصان میں نہیں رہے۔ کچھ نفع ہی کمایا ہے انہوں نے۔"

"لیکن ابا جان، جب تک ہم اس خرید و فروخت میں عملی طور پر حصہ نہیں لیں گے، کس طرح راز کی تہہ تک پہنچیں گے۔"

"فکر نہ کرو، میں خود ٹم ٹام کا جائزہ لوں گا اور جاننے کی کوشش کروں گا کہ یہ کیا چکر ہے۔"

اکرام اور ماہرین کے آنے میں زیادہ دیر نہ لگی — دونوں لاشوں کی تصاویر لی گئیں — انگلیوں کے نشانات بھی اٹھائے گئے۔ آلۂ قتل دونوں لاشوں کے پاس سے نہیں ملا تھا۔ دونوں کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا؛ تاہم انسپکٹر جمشید کے دوست کی لاش کے نیچے سے ایک عجیب وضع کی گھڑی ملی تھی۔ وہ باری باری اس گھڑی کو دیکھنے لگے۔

"ابا جان، آپ کے اس دوست کا نام کیا تھا؟"

"راضی بیگ — ہو سکتا ہے، یہ ان کا فرضی نام ہو؛ بہرحال انہوں نے مجھے اپنا یہی نام بتا رکھا تھا۔"

"آپ نے یہ گھڑی دیکھی، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے یہ گھڑی کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہے۔ خیر ہم اسے پروفیسر داؤد صاحب کو دکھائیں گے۔"

"ہوں، اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"پولیس آس پاس کے علاقے کو چیک کر رہی ہے، لیکن قاتل اس وقت تک نہ جانے کہاں کا کہاں پہنچ چکا ہوگا، لہٰذا ہم واپس چلیں گے؛ البتہ کل ہم ٹم ٹام کے علاقے کی سیر ضرور

کریں گے۔ ذرا دیکھیں تو سہی۔ زمین کا بھاؤ کیا کہتا ہے۔"

"اور میرے لیے کیا ہدایات ہیں؟" خان رحمان بولے۔

"اس وقت تک جتنا منافع کما چکے ہو، اسی پر صبر کرلو۔ مزید زمین خریدنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"اچھ — چھا۔" وہ بولے۔

کار اور جیپ میں بیٹھ کر وہ واپس روانہ ہوئے۔ سبھی سوچ میں گم ہو چکے تھے۔ دو آدمی ہلاک کیے جا چکے تھے — جس سے ظاہر تھا، معاملہ بہت سنگین ہے — واپسی پر خان رحمان نے اپنے گھر کی راہ لی — دوسرے دن وہ صبح سویرے خان رحمان کے دروازے پر پہنچ گئے — ان کے چہرے پر عجیب سے جوش کے آثار دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"خیر تو ہے خان رحمان؟"

"زمین کا راز معلوم ہوگیا۔" وہ کانپتی آواز میں بولے۔

"کک، کیا مطلب؟"

"ٹم ٹام کی زمین پر دراصل ہمارا ایک بہت بڑا دوست ملک فوجی اڈا بنانے کا پروگرام بنا چکا ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ جن لوگوں کی وہ زمین ہے، پہلے ان سے اسے خریدا جائے۔ اب جن لوگوں نے لاکھوں روپے کنال کے حساب سے وہاں زمین خرید لی ہے، ظاہر ہے، وہ خاطر خواہ منافع لے کر ہی فروخت کریں

گے۔ دوسری طرف وہ ملک کوئی غریب ملک نہیں ہے، لہذا کئی گنا منافع لوگ حاصل کر سکیں گے۔"

"ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مم، میں، مجھے، بس ہوگئی معلوم۔" خان رحمان ہکلائے۔

"چھپاؤ نہیں خان رحمان، اصل بات بتاؤ — یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی؟"

"مم، میں — میں رات پھر ٹم ٹام گیا تھا۔ اس وقت تک زمین کے ریٹ کئی گنا بڑھ چکے تھے۔ اس کے باوجود خریدنے والے بری طرح بے چین تھے، کیونکہ یہ بات وہاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھی کہ ٹم ٹام کے علاقے میں ایک بڑے ملک کا فوجی اڈا بنے گا......"

"اوہ، کہیں — کہیں تم نے ....." انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہنا چاہا۔

"کہیں میں نے کیا؟" خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

"کہیں تم نے رات پھر زمین تو نہیں خرید لی؟"

"ہاں جمشید، مجھے افسوس ہے — یہ نئی بات سن کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور میں نے دس کنال زمین خرید لی۔"

"دس کنال، یہ — یہ تم نے کیا کیا خان رحمان، اور کتنے کی

خریدی؟" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

"ایک کروڑ روپے کی، دس لاکھ روپے کنال کے حساب سے، لیکن اس میں فکر کی کیا ضرورت ہے۔ میں اسے کئی کروڑ میں فروخت کروں گا۔"

"اور کیا تم بھول گئے، میرے دوست نے مجھے کیا پیغام دیا تھا اور میں نے سب سے پہلے وہ پیغام تم تک پہنچایا۔ اس کے باوجود تم نے زمین خرید لی۔"

"مجھے افسوس ہے جمشید، میں خود کو کسی طرح نہ روک سکا، لیکن اگر یہ اطلاع غلط نہ نکلی تو تم خود سوچ سکتے ہو، یہ سودا کس حد تک منافعے کا سودا ہو سکتا ہے۔"

"لیکن خان رحمان، تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ اس قسم کے فوجی اڈے بہت ہی خفیہ طور پر بنائے جاتے ہیں، اعلانیہ نہیں۔ تم تو ایک فوجی ہو۔"

"لیکن بعض اوقات اس قسم کے فوجی اڈے اعلانیہ بھی بنائے جاتے ہیں۔ دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے۔" وہ بولے۔

"انکل، رات کچھ اور لوگوں نے بھی زمین خریدی ہوگی۔"

"ہاں، سبھی لوگ رات بھر وہاں موجود رہے۔ اجمال خان نے تو بیس کنال زمین دو کروڑ میں خریدی، اسی طرح اور لوگوں نے بھی۔ یہاں تک کہ پراپرٹی ڈیلروں کے پاس فروخت

کرنے کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا بھی نہ بچا۔ بہت لوگ وہاں سے واپس پلٹے، لیکن اس کے بعد یہ ہوا کہ دولت مند لوگوں نے آپس میں زمین کے سودے شروع کر دیے۔ میں تو چلا آیا تھا۔ اب معلوم نہیں کہ کس نے کس سے زمین خریدی۔"

"ہوں، ٹھہرو۔ میں ایک دو فون کروں گا۔ یہ معاملہ تو لمحہ بہ لمحہ پریشان کن ہوتا جا رہا ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر گھمانے لگے۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا اور وہ بولے:

"ہیلو سر، جمشید بول رہا ہوں۔ شہر میں ایک افواہ گشت کر رہی ہے اور اس افواہ کی بنیاد پر کروڑوں روپے کا لین دین ہو چکا ہے۔ افواہ یہ ہے کہ شہر سے باہر واقع ایک علاقے ٹم ٹام میں ہمارا دوست ملک فوجی اڈا بنانے والا ہے۔ یہ خبر کس حد تک درست ہے۔ کیا آپ بتا سکیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کا جواب سنتے رہے، پھر ان سے بولے:

"صدر صاحب کے سیکرٹری صاحب کو ابھی اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں۔ تاہم وہ صدر صاحب سے معلوم کر رہے ہیں۔ چند منٹ تک معلوم ہو جائے گا۔"

"میرا خیال ہے، یہ صرف افواہ ہے۔" محمود بولا۔

"اور میرا بھی یہی خیال ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"آخر تم دونوں کو اپنا اپنا خیال ظاہر کرنے کی جلدی کیا پڑی ہے — بھئی ذرا صبر سے کام لو۔ خیال ظاہر کرنے کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔"

"تم اپنا خیال سنبھال کر رکھو۔ ہم پر کیوں لال پیلے ہو رہے ہو۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"اور تمہیں بھی مرچیں چبانے کی ضرورت نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے ران پر ہاتھ مارا ہی تھا کہ انسپکٹر جمشید ریسیور میں بول اٹھے:

"ہیلو، جی — میں سن رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے اور دوسری طرف کی بات سننے لگے، پھر شکریہ ادا کر کے ریسیور رکھ دیا — اب ان کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔

"کیا آپ نے کوئی حیرت انگیز بات سنی ہے؟" فرزانہ بے چین ہو گئی۔

"ہاں، ہمارے دوست ملک کا واقعی ٹم ٹام میں فوجی اڈا بنانے کا پروگرام ہے۔"

"کیا؟" وہ ایک ساتھ چلائے — خان رحمان کے چہرے پر

سرخی دوڑ گئی۔

"اس — اس کا مطلب ہے، میں بہت فائدے میں رہوں گا۔"

"لیکن پھر، آپ کے دوست راضی بیگ کی اطلاع کو کس خانے میں فٹ کیا جائے گا۔" محمود حیران ہو کر بولا۔

"معاملہ بہت ہی عجیب ہے — راضی بیگ ظاہر میں دشمن ملک کا دوست تھا، لیکن درحقیقت وہ ہمارے ملک کا ہمدرد تھا اور دشمن ملک کا جاسوس بن کر دراصل ملک کو ہی فائدہ پہنچا رہا تھا۔ دشمن ملک کو کسی طرح یہ اطلاع مل گئی کہ ہمارا دوست ملک ٹم ٹام میں فوجی اڈا بنانے کا پروگرام بنا چکا ہے — اس نے یہ اطلاع راضی بیگ کو دی کہ اس سلسلے میں معلومات حاصل کر کے انہیں پہنچائے۔ دوسری طرف دشمن ملک کے ایجنٹوں نے یہاں کی زمین کو خریدنے کا منصوبہ بنایا اور اس طرح دولت کمانے کی چال چلی — سوال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے دشمن ملک کو کیا فائدہ پہنچا۔ یہ بات میں اب تک نہیں سمجھ پایا۔" انسپکٹر جمشید روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"ہمارے ذہن بھی الجھتے چلے جا رہے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"کہیں یہ اس حد تک نہ الجھ جائیں کہ سلجھائے نہ سلجھ سکیں۔" فاروق گنگنایا۔

"خیر، دیکھا جائے گا — آؤ ذرا ٹم ٹام کا ایک چکر لگا آئیں۔"

"اب وہاں کیا ہو رہا ہے:" انسپکٹر جمشید بولے۔

اور وہ خان رحمان کی کار میں ٹم ٹام پہنچے، لیکن یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی حد نہ رہی کہ وہاں اب ایک بھی آدمی نہیں تھا۔ سارا ٹم ٹام بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔

تفریحی ادارہ

"حیرت ہے، سارے لوگ کہاں چلے گئے۔ رات تو یہاں میلے کا سماں تھا۔" خان رحمان نے کانپتی آواز میں کہا۔

"زمین کے تمام ٹکڑے فروخت ہو چکے ہیں۔ اب جن لوگوں نے خرید لیے ہیں، وہ بیچنے پر تیار نہیں ہوں گے، کیونکہ وہ تو براہ راست دوست ملک کو فروخت کرنا پسند کریں گے، لہٰذا یہاں کوئی کیوں رکتا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بات تو ٹھیک ہے، لیکن پراپرٹی ڈیلر بھی تو چلے گئے۔" فرزانہ بولی۔

"وہ بھی یہاں ٹھہر کر کیا کرتے — جانتے ہیں، اب کوئی زمین فروخت نہیں کرے گا۔"

"ہوں، آؤ چلیں — یہاں اب کچھ نہیں رکھا — ہاں جب اڈہ بنانے کا پروگرام شروع ہوگا، اس وقت ضرور یہاں ایک بار پھر چہل پہل ہوگی — ایک بار پھر زمین خریدی جائے گی۔"

وہ واپس روانہ ہوئے۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کو کچھ خیال آیا۔

"بھئی خان رحمان، ایک تجربہ تو کرنا چاہیے۔"

"کیسا تجربہ؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی بتاتا ہوں — غازی اکبر پراپرٹی ڈیلر کی طرف چلو۔"

"کیوں، اس کے پاس جا کر کیا کریں گے؟"

"چلو، ابھی بتاتا ہوں۔" انہوں نے پُراسرار انداز میں کہا۔

وہ شہر پہنچے — خان رحمان نے پراپرٹی ڈیلر کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک لی اور بولے۔

"ہاں، بتاؤ — اب کیا کرنا ہے؟"

"غازی اکبر سے جا کر کہو، تم اپنی زمین فروخت کرنا چاہتے ہو۔"

"یہ — یہ تم کیا کہہ رہے ہو جمشید، میں بھلا کیوں اس زمین کو فروخت کروں گا۔"

"بھئی، تم جا کر اس سے کہو تو سہی — دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ کیا تم لوگ میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"نہیں، تم اکیلے ہی اندر ہو آؤ۔" انہوں نے کہا۔

خان رحمان کار سے اترے اور دفتر میں داخل ہو گئے۔ وہ بیٹھے انتظار کرتے رہے۔

"آخر آپ کے ذہن میں کیا ہے ابا جان؟" فاروق نے بے تاب ہو کر کہا۔

"چند منٹ صبر کرو — ابھی تمہارے انکل آتے ہی ہوں گے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"آپ حد درجے پُراسرار نظر آ رہے ہیں۔" محمود بولا۔

"اچھا، واقعی۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"اور ابا جان، آپ اس گھڑی کو بھی بھول رہے ہیں۔ آپ نے کہا تھا، اسے پروفیسر انکل کو دکھائیں گے۔"

"ارے ہاں، وہ تو میری جیب میں ہی رہ گئی۔ خیر اسی وقت پروفیسر صاحب سے بھی مل آئیں گے۔"

انہوں نے خان رحمان کو آتے دیکھا — ان کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ نزدیک آتے ہی بولے:

"حیرت انگیز جمشید، انتہائی حیرت انگیز۔"

"خیر تو ہے، بھئی یہ میں اتنا حیرت انگیز کب سے ہو گیا۔"

"تم نہیں، یہ زمین کا معاملہ — اب غازی اکبر صاحب میری زمین خریدنے پر تیار نہیں۔"

"اوہ، کیا کسی قیمت پر بھی خریدنے پر تیار نہیں ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں، کسی قیمت پر بھی نہیں۔" وہ بولے۔

"تب تو ہمیں دوسرے پراپرٹی ڈیلروں کو بھی دیکھنا ہوگا — وہ کیا کہتے ہیں، آؤ چلیں۔"

باقی ڈیلروں نے بھی وہی کہا، جو غازی اکبر نے کہا تھا — یعنی فی الحال وہ ٹم ٹام میں کوئی زمین خریدنے پر تیار نہیں تھے —

"مجھے یہی ڈر تھا۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"کیا مطلب، کیسا ڈر؟"

"آؤ چلیں، ہم پروفیسر صاحب کے ہاں چل رہے ہیں۔" وہ سوچ میں گم لہجے میں بولے۔

وہ مڑے ہی تھے کہ محمود ٹھٹک گیا۔ اس کے منہ سے نکلا:

"اوہو، یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

انہوں نے بھی پراپرٹی ڈیلر کے دفتر کی طرف دیکھا — ایک شخص باہر چلا آ رہا تھا۔ اس کی شکل جانی پہچانی تھی۔

"بھلا اسے ہم نے کہاں دیکھا تھا؟" محمود جلدی سے بولا۔

"ٹم ٹام میں — غازی اکبر کے شامیانے میں۔"

"اس وقت یہ نذیر پراپرٹی ڈیلر کے دفتر میں سے نکل رہا ہے، گویا اس آدمی کا تعلق نہ صرف غازی اکبر سے ہے، بلکہ دوسرے پراپرٹی ڈیلروں سے بھی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، یہ شخص غازی اکبر کے پاس یہ اطلاع لے کر آیا تھا کہ فی الحال

زمین کی خرید و فروخت بند کر دی جائے، کیونکہ ریٹ ایک بار پھر طوفان کی سی تیزی سے چڑھ رہا ہے اور اس کی بات سن کر غازی اکبر نے فروخت بند کر دی تھی۔ اس نے اس کا نام الفو لیا تھا۔"

"ہاں ٹھیک ہے — یاد آ گیا — یہی نام لیا تھا اس نے۔" فرزانہ نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"تب تو ہمیں اس کا تعاقب کرنا چاہیے — ذرا دیکھیں تو سہی، یہ کہاں جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

اسی وقت انہوں نے الفو کو ایک ٹیکسی میں سوار ہوتے دیکھا خان رحمان نے کار ٹیکسی کے پیچھے لگا دی — یہ تعاقب آدھ گھنٹے تک جاری رہا — آخر ٹیکسی غازی اکبر کے دفتر کے سامنے رک گئی۔

"یہ کیا چکر ہے — کیا یہ تمام پراپرٹی ڈیلروں سے ملتا پھر رہا ہے۔"

"ایسا معلوم ہو رہا ہے، جیسے یہ شخص ان سب پراپرٹی ڈیلروں کا مشترکہ ایجنٹ ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل یہی بات ہے۔" فرزانہ پرجوش لہجے میں بولی۔

وہ کار میں بیٹھے اس کے باہر نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔ آخر پندرہ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی — پہلے تو کچھ دور تک

وہ پیدل چلتا رہا — پھر ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارا کیا، لیکن ٹیکسی خالی نہیں تھی، گزرتی چلی گئی۔

"خان رحمان، کار اس کے نزدیک لے چلو۔" انسپکٹر جمشید کچھ سوچ کر بولے۔

"اچھی بات ہے۔" انھوں نے کہا اور کار لمحہ بہ لمحہ الفو کے نزدیک ہوتی چلی گئی — یہاں تک کہ اس کے ساتھ ساتھ رینگنے لگی۔ اب اس نے بھی ان کی طرف چونک کر دیکھا — دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا — ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے:

"آئیے، ہم پہنچا دیتے ہیں۔"

لیکن ان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ اس نے اسی وقت سڑک سے نیچے ایک چھلانگ لگائی اور گلی میں گھس گیا۔

وہ حیران رہ گئے۔

"ارے ارے، یہ کیا — ٹھہرو، میں اسے پکڑوں گا۔" انھوں نے یہ کہتے ہوئے دروازہ کھول ڈالا اور نیچے چھلانگ لگا دی۔

خان رحمان نے کار روک لی — اب محمود، فاروق اور فرزانہ بھی نہ رک سکے۔ دوڑتے ہوئے گلی میں داخل ہوئے اور دوسرے سرے تک دوڑتے چلے گئے۔ ادھر سے انسپکٹر جمشید آتے دکھائی دیے۔ ان کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے —

"بھئی، وہ تو اس طرح غائب ہو گیا، جیسے کوئی چھلاوہ۔" وہ بولے۔

"کمال ہے، آخر اسے بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"کوئی نہ کوئی ضرورت تو ہو گی ہی۔"

وہ سڑک پر آئے — خان رحمان حیران پریشان کار سے باہر کھڑے تھے۔

"کیا ہوا، نکل گیا؟"

"ہاں، یا تو وہ بہت تیز رفتار ہے۔ یا پھر ان گلیوں کے چپے چپے سے واقف — شاید گلیوں ہی گلیوں ہوتا دور نکل گیا — خیر، کوئی بات نہیں — تم ذرا واپس غازی اکبر کے ہاں چلو۔ میں اس سے دو دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا۔" وہ بولے۔

"ابا جان، وہ گھڑی۔" محمود نے گویا یاد دلایا۔

"مجھے یاد ہے، فکر نہ کرو — غازی اکبر سے مل کر ہم پروفیسر صاحب کے ہاں ہی چلیں گے۔"

غازی اکبر نے انھیں حیرت زدہ انداز میں دیکھا، پھر خان رحمان پر نظر پڑتے ہی بولا:

"میں آپ سے کہہ چکا ہوں خان صاحب، فی الحال ٹم ٹام کی زمین کی خرید اور فروخت بالکل بند کر دی گئی ہے۔"

"ہم اس سلسلے میں بات کرنے نہیں آئے۔" خان رحمان کی بجائے انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو پھر؟" اس نے کہا۔

"ہمیں الفو کا پتا چاہیے۔ اس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"الفو، کون الفو۔" وہ حیران ہو کر بولا۔

"بہت کمزور یاد داشت ہے آپ کی — ابھی کل ہی تو ٹم ٹام کے شامیانے میں اس نے آپ کو آ کر بتایا تھا کہ زمین کے نرخ طوفان کی سی تیزی سے چڑھ رہے ہیں۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"اچھا، اچھا — اب سمجھا — آپ کس الفو کی بات کر رہے ہیں — وہ دراصل مستقل طور پر کہیں کام نہیں کرتا۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔"

"خیر، آپ اس کے گھر کا پتا تو بتا ہی سکتے ہیں۔"

"جی، جی ہاں — کیوں نہیں۔" اس نے کہا اور ایک کاپی کے ورق الٹنے لگا — جلد ہی اس نے کہا:

"پتا نوٹ کر لیجیے۔ وہ ۱۱۴ کوئین لائن پر رہتا ہے۔"

محمود نے پتا نوٹ کر لیا — غازی اکبر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ باہر نکلے۔ خان رحمان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے پوچھا:

"ہاں بھئی، اب کدھر چلوں — کوئین لین یا پروفیسر صاحب کے ہاں۔"

"پہلے کوئین لائن۔" انھوں نے کہا۔

کوئین لائن پہنچنے میں انہیں دس منٹ لگے، لیکن نمبر ۱۱۴ کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

"محمود ۱۱۴ نمبر کے دروازے پر دستک دو۔"

"یہ ڈیوٹی بھی اسے خوب ملی ہوئی ہے — اُف توبہ کتنی آسان ڈیوٹی ہے۔" فاروق نے کہا۔

"بھئی اتنی ہی پسند ہے تو اسے تم سنبھال لو۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"اس صورت میں درختوں اور پائپوں پر تمہیں چڑھنا ہوگا۔"

اسی وقت دروازہ کھلا — ایک ادھیڑ عمر آدمی کی صورت دکھائی دی۔

"ہم آپ کے پڑوسی مسٹر الفو سے ملنے آئے تھے۔ پتا نہیں، یہ کہاں گئے ہوئے ہیں، کچھ بتا سکتے ہیں آپ؟"

"میں کیا، اس شخص کے بارے میں تو کوئی بھی کچھ نہیں بتا سکتا — نہ جانے یہ کب آتا ہے، کب جاتا ہے، کیا کرتا ہے۔ یہ شخص پورے محلے کے لیے ایک سوال ہے اور جواب کسی کے پاس بھی نہیں۔"

"اوہ، اچھا — کمال ہے۔" فاروق بڑبڑایا۔

"اب کیا خیال ہے ابا جان؟" فرزانہ نے ان کی طرف دیکھا۔

"آپ کے گھر میں فون تو ہو گا؟" انسپکٹر جمشید ادھیڑ عمر آدمی سے بولے۔

"جی ہاں، ہے۔"

"مہربانی کر کے ہمارا فون نمبر نوٹ کر لیں اور اپنا نمبر لکھوا دیں۔ جونہی یہ شخص آئے، آپ ہمیں بذریعہ فون اطلاع دے دیجیے گا۔"

"لیکن میں جھنجٹ کیوں مول لوں۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ملک اور قوم کے لیے۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے اپنا کارڈ اس کے سامنے کر دیا۔ وہ زور سے اچھلا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور پھر بول اٹھا:

"اوہو، یہ آپ ہیں، تب تو میں ضرور آپ کو فون کروں گا۔" یہ کہہ کر اس نے ان کا نمبر لکھ لیا اور اپنا محمود کو لکھوا دیا۔

"شکریہ جناب۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اب ان کا رخ پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ کی طرف تھا۔

"یار جمشید، یہ چکر ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میرے ایک کروڑ روپے تو محفوظ ہیں نا؟" خان رحمان نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ تم نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا۔" وہ بولے۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ویسے ایک کروڑ روپے کا نقصان

ہے بہت بڑا نقصان۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔" وہ مسکرائے۔

جلد ہی وہ تجربہ گاہ پہنچ گئے۔ جوں ہی انسپکٹر جمشید نے گھنٹی بجائی، پروفیسر داؤد کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"میں آ رہا ہوں جمشید۔"

"ارے، یہ آپ کی آواز ہم کس طرح سن رہے ہیں۔"

"اگلی بار آؤ گے تو میری تصویر بھی دروازے پر دیکھ سکو گے۔ ویسے میں تجربہ گاہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

"بھئی واہ، اس کا مطلب ہے، آپ نے اب تجربہ گاہ کے عام استعمال کے لیے بھی ایجادات استعمال کرنا شروع کر دیں۔"

"کیا کیا جائے، مجبوری ہے۔ زمانہ بہت تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اوہو، خان رحمان بھی ہیں۔ تب حامد، سرور، ناز اور دونوں بھابیاں کیوں ساتھ نہیں ہیں۔" انہوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"اس لیے انکل کہ ہم کسی تفریحی ارادے سے نہیں آئے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"تفریحی ارادہ۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ایک تو تمہارے ناولوں کے ناموں نے مار دیا۔" محمود بھنا اٹھا۔

"ٹھہرو بھئی، میں آرہا ہوں ـــ باتوں کا سارا سٹاک دروازے پر ہی نہ ختم کر دینا۔ اس طرح کیا خاک لطف آئے گا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"لیجیے، پروفیسر انکل تو تل گئے لطف حاصل کرنے پر ـــ" فاروق بولا اور وہ مسکرانے لگے۔ جلد ہی وہ تجربہ گاہ میں پروفیسر صاحب کے ساتھ بیٹھے تھے۔

"اس وقت کا مسئلہ یہ گھڑی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے گھڑی جیب سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دی۔

"تو اب گھڑیاں بھی تمہارے لیے مسئلہ بننے لگیں۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"کیا کیا جائے، مجبوری ہے۔" فاروق نے کندھے اچکائے۔ اور وہ مسکرانے لگے۔

پروفیسر داؤد نے گھڑی ہاتھ میں لے لی اور اسے بغور دیکھنے لگے۔ پھر چند آلات کے ذریعے اس کا معائنہ کیا ـــ آخر چند منٹ بعد بولے۔

"یہ ایک بہت طاقت ور ٹرانسمیٹر ہے۔ ہزاروں کلومیٹر دور سے اس پر پیغام دیا جاسکتا ہے۔"

"اوہ، تب تو یہ راضی بیگ کو دشمن ملک نے دیا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"راضی بیگ، کون راضی بیگ؟" پروفیسر داؤد چونک کر بولے۔

"ایک شخص جو ٹم ٹام کے نزدیک رہتا تھا، بے چارہ قتل کر دیا گیا ـــ ظاہر میں وہ دشمن ملک کا جاسوس تھا، لیکن دراصل اپنے ملک کے لیے ہی کام کر رہا تھا۔"

"نہیں ـــ" پروفیسر داؤد چیخ کر بولے اور پھر اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"آپ، آپ کو کیا ہوا؟" انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے۔

"تم اسی کی بات تو نہیں کر رہے جمشید، جس کی پیشانی پر ایک سیاہ رنگ کا ابھرا ہوا تل ہے۔" پروفیسر داؤد کانپ کر بولے۔

"ہاں، کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"

"اُف خدا، جمشید، تم نے کیا کہا، اسے قتل کر دیا گیا ہے۔"

"ہاں، یہی بات ہے، لیکن بات کیا ہے؟"

"جلدی چلو جمشید، ہمیں اسی وقت اس کے گھر پہنچنا ہے۔ جلدی کرو۔" انہوں نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا اور پھر باہر کی طرف بھاگے۔

ان کی حیرت کا کیا ٹھکانا، لیکن پروفیسر داؤد کے پیچھے دوڑ پڑنے کے سوا وہ کیا کر سکتے تھے۔

مکان میں

وہ جلدی جلدی کار میں بیٹھے اور ٹم ٹام کی طرف روانہ ہو گئے۔

"کچھ ہمیں بھی تو بتایئے پروفیسر صاحب، معاملہ کیا ہے ــــ" انسپکٹر جمشید بے چین ہو گئے۔

"ایک بہت ہی محبِ وطن مارا گیا ہے جمشید، اس شخص نے ساری زندگی ڈبل رول ادا کیا ہے ــــ ایک طرف وہ ہمارے ایک دشمن ملک کا جاسوس بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف ایک دوسرے ملک کا بھی جاسوس تھا، لیکن دراصل وہ ان دونوں کو چکر دیتا تھا اور اعلیٰ آفیسرز کی طرف سے جو اطلاعات دی جاتی تھیں۔ بس وہی ان ملکوں تک پہنچاتا تھا ــــ دوسری طرف جب بھی ان ملکوں کی طرف سے ہمارے ملک کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی اور اس کے ذریعے کوئی کام لیا جاتا تو وہ اپنے ملک کے ذمے دار لوگوں کو خبردار کر دیتا تھا۔" پروفیسر داؤد کہتے چلے گئے ــــ

"ہاں، یہ ٹھیک ہے ــــ جن لوگوں کو وہ خبردار کیا کرتے تھے، ان میں سے ایک میں بھی ہوں اور ان کے بارے میں مجھے آئی جی صاحب کی طرف سے ہدایات ملی تھیں، لیکن یہ تو بہت ہی خفیہ معاملہ ہے۔ آپ کو یہ سب باتیں کس طرح معلوم ہیں ــــ سب سے زیادہ حیرت تو مجھے اس پر ہے۔"

"اس نے یہ باتیں ایک بار خود مجھے بتائی تھیں۔" پروفیسر صاحب بولے۔

"لیکن کیوں بتائی تھیں، یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔ ان کی تیز آواز پر پروفیسر داؤد چونک اٹھے، گھبرا کر ان کی طرف دیکھا، پھر بولے:

"خیر تو ہے جمشید۔"

"یہ معاملہ ایسا نہیں تھا کہ وہ کسی سے بھی ذکر کرتے، پھر بھلا انہوں نے آپ سے ذکر کیوں کیا۔ آخر آپ کا ان سے کیا تعلق تھا ــــ آپ نے پہلے تو کبھی ان کا ذکر نہیں کیا۔"

"اسی لیے نہیں کیا تا کہ ذکر کر ہی نہیں سکتا تھا۔"

"لیکن اس کے باوجود آپ نے راضی بیگ کے بارے میں کسی سے کوئی بات ضرور کی ہو گی ــــ یاد کیجیے، آپ نے کس سے بات کی تھی؟" انسپکٹر جمشید بے چین ہو گئے۔

"یاد کروں ــــ یہ تم کیا کہہ رہے ہو جمشید ــــ"

"ہاں، راضی بیگ کے بارے میں مجھے اور آئی جی صاحب کو ضرور معلوم تھا، یا ان کے بعد ہو سکتا ہے، صدر صاحب کو معلومات رہی ہوں ۔ آپ کے بارے میں تو ہمیں خیال بھی نہیں آ سکتا تھا۔ مجھ سے اور آئی جی صاحب سے کوئی کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا، لیکن آپ سے ضرور کسی نے کچھ معلوم کر لیا ہو گا اور یہی میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے۔"

"مم، میں نے نہیں جمشید، میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ کچھ نہیں بتایا۔" وہ بڑبڑائے۔

"آپ یاد کیجیے، غور کیجیے، پوچھنے والے عام طریقوں سے نہیں پوچھتے۔ انھوں نے کوئی خاص طریقہ اختیار کیا ہو گا۔" وہ بولے، کافی بے چین نظر آ رہے تھے۔

"اچھا جمشید، میں غور کر رہا ہوں، لیکن میں بہت پریشان ہو گیا ہوں۔ کیا راضی بیگ واقعی مارا جا چکا ہے؟"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ۔ ہم اس کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔"

"اور پروفیسر انکل، آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آپ کا راضی بیگ سے کیا تعلق تھا؟"

"وہ ۔ وہ میرا رشتے دار تھا۔ میری مرحومہ بیوی کا بھائی۔ شائستہ کا ماموں ۔ شائستہ اس وقت کوٹھی میں نہیں تھی۔ کسی

سہیلی کے ہاں گئی ہوئی ہے۔ ورنہ راضی بیگ کا نام سن کر وہ بھی چیخ پڑتی۔" انھوں نے غمگین آواز میں کہا۔

"اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

○

راضی بیگ کا مکان سیل کر دیا گیا تھا۔ انہیں سیل توڑ کر اندر داخل ہونا پڑا ۔ پروفیسر داؤد یہاں پہنچ کر گویا گنگ ہو گئے تھے۔ جب تک وہ اس مکان کے سامنے نہیں پہنچے تھے۔ اس وقت تک گویا انہیں راضی بیگ کے قتل کی خبر پر یقین نہیں آیا تھا اور وہ یہی خیال کرتے رہے تھے کہ قتل ہونے والا راضی بیگ ضرور کوئی اور ہو گا۔

"تو آپ راضی بیگ سے ملنے یہاں آتے رہے ہیں۔"

"ہاں بالکل۔" وہ بولے۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ اس طرف آنے کے لیے اتنے بے چین کیوں ہو گئے تھے۔" محمود بولا۔

"اس نے مجھ سے ایک بار کہا تھا کہ ایک نوٹ بک میں اس نے تمام اہم راز لکھ کر رکھ دیے ہیں۔ اگر کبھی وہ گم ہو جائے یا اسے قتل کر دیا جائے تو اس نوٹ بک کو فوری طور

پر قبضے میں لے لیا جائے — ایسا نہ ہو کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے۔"

"اوہ —" وہ بھونچکے رہ گئے۔ مکان کی تلاشی تو پولیس نے بھی لی تھی اور اکرام اور اس کے ماتحتوں نے بھی، لیکن تلاشی میں کوئی نوٹ بک ہاتھ نہیں لگی تھی۔ اگر ہاتھ لگی ہوتی تو وہ ان کے سامنے ضرور پیش کی جاتی۔

انہوں نے پورے مکان کی تلاشی شروع کی اور ایک کمرے کے سامنے وہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ ان کے منہ حیرت سے کھل گئے — کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا اور دروازہ اندر سے بند ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اس کمرے میں کوئی شخص موجود ہے اور کسی آدمی کے اس کمرے میں موجود ہونے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی ان سے پہلے کسی پائپ وغیرہ کے ذریعے اندر داخل ہوا ہے — صاف ظاہر ہے، وہ بھی اسی نوٹ بک کی تلاش میں تھا، لیکن ان کی آمد نے اس کا کھیل خراب کر دیا۔ اب اسے اور تو کچھ نہ سوجھا، کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا — یہ کمرہ مکان کے صحن کی سامنے والی دیوار میں تھا — جب سے وہ اندر داخل ہوئے تھے، دروازہ ان کی نظروں میں تھا —

"ہوشیار، کوئی شخص اندر موجود ہے۔ کہیں وہ کسی کھڑکی کے

ذریعے فرار نہ ہو جائے۔ محمود، فاروق، تم فوراً باہر جاؤ۔"

"لیکن ابا جان، ہم تو کھڑکیوں میں لوہے کی سلاخیں دیکھ چکے ہیں۔"

"اس کے باوجود احتیاط ضروری ہے — کیا خبر اس کمرے سے نکلنے کا کوئی راستہ موجود ہو۔"

"جی بہتر۔" محمود بولا اور دونوں دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے۔

اب انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دستک دی اور نرم آواز میں بولے:

"دیکھو دوست، تم جو کوئی بھی ہو، اب بچ تو سکو گے نہیں، کیونکہ ہم باہر موجود ہیں — اگر تم شرافت کا ثبوت دو اور دروازہ کھول کر ہاتھ سر سے اوپر اٹھائے ہوئے باہر نکل آؤ تو ہم بھی تم سے نہایت نرم سلوک کریں گے۔"

جواب میں کسی کی آواز سنائی نہ دی — وہ انتظار کرتے رہے۔ اب انسپکٹر جمشید نے جیب سے پستول نکالا اور دروازے پر ایک فائر کرنے کے بعد بولے۔

"تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم سنتے ہیں۔ اگر شرارت کرنے کی کوشش کی تو خود ہی بھگتو گے۔"

اس کا بھی جواب نہ ملا — اب انہوں نے پستول خان رحمان

کو دیا اور خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے گھر سے باہر آئے۔
کھڑکی کے نزدیک محمود اور فاروق ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے
نظر آئے۔ کھڑکی میں سلاخیں نظر آرہی تھیں اور وہ بند تھی۔

"گویا وہ ادھر سے فرار نہیں ہو سکتا ۔۔ بس میں یہی دیکھنے آیا
تھا۔ اب میں اس سے نبٹ لوں گا"

"آپ کیا کریں گے ابا جان؟"

"پہلے چھت کا جائزہ لوں گا اور پھر روشن دان کے ذریعے
اس سے مقابلہ کروں گا" انہوں نے کہا۔

"ہوسکتا ہے، وہ پہلے ہی روشندان کی طرف پستول تانے
بیٹھا ہو" فاروق نے خدشہ ظاہر کیا۔

"دیکھا جائے گا" وہ بولے اور اندر آئے۔ زینے کی
سیڑھیاں چڑھتے جوں ہی چھت پر پہنچے، ایک گولی نے ان کا استقبال
کیا، وہ تو ان کی قسمت اچھی تھی کہ نشانہ چوک گیا، ورنہ آج انسپکٹر
جمشید کی خیر نہیں تھی ۔۔ وہ بلا کی رفتار سے نیچے پہنچے، خان
رحمان کے ہاتھ سے پستول جھپٹا اور پھر سیڑھیوں کی طرف آئے۔
انہیں حیرت اس بات پر تھی کہ مجرم چھت پر کس طرح پہنچ گیا۔
جب کہ اس نے خود کو کمرے میں بند کر رکھا تھا ۔۔ سر ابھارے
بغیر انہوں نے ایک فائر چھت کی طرف کر دیا، تاکہ اسے معلوم
ہو جائے کہ ان کے پاس بھی پستول ہے۔

"میں کہہ چکا ہوں، تم بچ نہیں سکتے دوست" انسپکٹر جمشید
بولے۔ ساتھ ہی ایک فائر پھر ہوا اور انہوں نے سر نیچے کر لیا۔
ایسے میں انہوں نے چھت پر ایک عجیب سی آواز سنی۔
یہ ایسی آواز تھی جیسے کسی کا گلا کاٹا جا رہا ہو ۔۔ اب وہ رہ
نہ سکے، سر ابھار ہی لیا اور جب دوسری طرف سے کوئی فائر
نہ کیا گیا تو اور اوپر آ گئے ۔۔ اچانک ان کے پستول والے ہاتھ
سے کوئی سخت چیز پوری طاقت سے ٹکرائی، وہ اس حملے کے
لیے ہرگز تیار نہیں تھے ۔۔ پستول ہاتھ سے نکل گیا۔ ساتھ ہی ان
کے سر پر ایک زوردار ٹھوکر لگی اور وہ سیڑھیوں میں گرتے چلے
گئے ۔۔

خان رحمان، فرزانہ اور پروفیسر داؤد ان کی طرف لپکے۔

"کک، کیا ہوا جمشید، تم ٹھیک تو ہو؟" خان رحمان نے گھٹی
گھٹی آواز میں کہا۔

"ہاں، میں ٹھیک ہوں ۔۔ چھت پر ایک مسلح دشمن موجود ہے۔
میرا پستول ہاتھ سے نکل گیا ہے، لہذا اب ہم نہتے ہو چکے
ہیں، لیکن میں حیران ہوں، وہ بند کمرے سے چھت پر کس طرح
پہنچ گیا"

"کیا خبر، کمرے کی چھت میں کوئی روشندان نما سوراخ موجود
ہو" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"نہیں، اس مکان کی چھت میں روشندان نہیں بنایا ہوا" پروفیسر صاحب بولے۔

"تب پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص جو خود کو ایک کمرے میں بند کرلے۔ اس کمرے سے چھت پر پہنچ جائے، جب کہ چھت پر پہنچنے کا کوئی راستہ نہ ہو" انسپکٹر جمشید اٹھتے ہوئے بولے ۔ سر پر لگنے والی چوٹ انہیں پریشان کیے دے رہی تھی۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے، یہ کس طرح ہوسکتا ہے، میری تو عقل دنگ ہے" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اب کیا کیا جائے ۔ وہ چھت پر موجود ہے ۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے ۔ اسے فرار ہونے سے روکیں تو کس طرح ؟"

"چھت کے ذریعے اگر فرار ہونے کا امکان ہوتا تو وہ کبھی کا کوشش کر چکا تھا، لیکن اونچائی زیادہ ہے، وہ چھلانگ نہیں لگا سکتا ۔ ہاں، اگر اسے یہ معلوم ہوگیا کہ ہمارے پاس اب پستول نہیں ہے تو وہ بے خوف ہو کر نیچے آئے گا اور ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے، لہذا خطرے سے نبٹنے کی تیاری کرلو ۔ جلدی کرو"

"اوہ، ٹھیک ہے" فرزانہ بوکھلا اٹھی۔

اب وہ ادھر ادھر چھپنے لگے ۔ ایسے میں انہوں نے کسی کے سیڑھیاں اترنے کی آواز سنی ۔ انہوں نے دم سادھ لیے ۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگے ۔

پتھر اور رائفل

فائرنگ کی آواز سن کر محمود اور فاروق چونک اٹھے۔

"نائیں، یہ تو چھت پر لڑائی ہو رہی ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"تو تمہارے خیال میں اور کہاں ہونی چاہیے۔" محمود بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کہیں وہ پائپ کے ذریعے نیچے اترنے کی کوشش نہ کرے۔ کھڑکی کے سامنے کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اس کی سلاخیں توڑ کر فرار نہیں ہو سکتا — لہٰذا آؤ، پائپ کی طرف۔ چلتے ہیں۔" فاروق جلدی جلدی بولا۔

"کبھی کبھی تم بھی کام کی بات کہہ ہی جاتے ہو۔" محمود نے کہا اور مکان کے پچھلے حصے کی طرف بڑھا — ابھی دونوں پائپ کے نیچے پہنچے ہی تھے کہ اپنے پیچھے آہٹ سنی۔ بوکھلا کر مڑے اور ان کا مڑنا ہی انہیں بچا گیا۔ رائفل کو نال کی طرف سے پکڑ کر

ان کے سروں پر کیا جانے والا وار دیوار پر لگا — فوراً ہی رائفل دیوار سے ہٹی اور پھر ان کی طرف آئی، لیکن اس وقت تک دونوں خود کو نیچے گرا چکے تھے اور لڑھکنیاں کھاتے چند گز دور جا چکے تھے — نتیجہ یہ کہ رائفل کا کندا اس مرتبہ زمین پر لگا۔

اب انہوں نے حملہ آور کی طرف دیکھا — یہ لمبا تڑنگا خوف ناک چہرے والا تھا —

"ارے باپ رے — اتنا خوف ناک آدمی، لیکن بے عقل سے بالکل پیدل —" فاروق نے کانپ کر کہا۔

"تم نے یہ نتیجہ کس طرح نکالا؟" محمود حیران ہو کر بولا۔

"اگر یہ خاموشی سے ہمارے سامنے آ جاتا اور صرف اپنا چہرہ ہمیں دکھا دیتا تو ہم مارے خوف کے ہی بے ہوش ہو جاتے۔ مطلب یہ کہ اسے رائفل زنی نہ کرنا پڑتی۔"

"رائفل زنی —" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بھئی، جس طرح تیغ زنی کہا جاتا ہے، اسی طرح رائفل زنی بھی کہہ سکتے ہیں — خاص طور پر اس صورت میں جب رائفل کو لاٹھی یا تلوار کی طرح استعمال کیا جائے؟"

اتنے میں حملہ آور ایک بار پھر ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ ابھی تک اس کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا تھا، بس وہ

رائفل کو لاٹھی کی طرح پکڑے ان پر وار کرنے کی فکر میں تھا۔
دونوں ہڑبڑا کر اٹھے، کیونکہ اس طرح لڑھک لڑھک کر آخر وہ
کب تک اس کے وار سے بچ سکتے تھے۔

"بھئی، کیا رائفل میں گولی نہیں ہے —" فاروق نے جھنجلائے
ہوئے لہجے میں کہا۔

"گولی چلنے سے دھماکا ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے — خیر آؤ، یوں ہی آؤ۔"

وہ رائفل سر سے بلند کیے ان کی طرف بڑھا۔

"فاروق، ترکیب نمبر ۱۳ —" محمود بولا۔

"تین میں نہ تیرہ میں، کیوں نہ استعمال کریں۔" فاروق نے کہا۔

"نہیں، اس کے لیے نمبر ۱۳ ہی ٹھیک رہے گی۔" محمود بولا۔

اور دونوں مخالف سمت میں دوڑ پڑے۔ کچھ فاصلے پر جا کر
رکے۔ اب محمود دشمن کے سامنے تھا اور فاروق اس کی کمر کی
طرف — یہ دیکھ کر اس نے نئی چال چلی — رائفل کو بالکل
لاٹھی کے انداز میں گھمانے لگا — رائفل اس کے چاروں طرف
بلا کی تیزی سے چکر کاٹ رہی تھی —

"یہ کیا کر رہے ہو بھئی؟" محمود نے منہ بنایا۔

"یہ بھی ایک فن ہے — اس فن کے ذریعے دو کیا، دس
آدمیوں کو شکست دی جا سکتی ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ ہاتھ

بدستور بجلی کی طرح چل رہے تھے۔

"نظر تو یہی آتا ہے۔" محمود فکرمندانہ لہجے میں بولا، پھر اس
نے فاروق کی طرف دیکھا۔

"فاروق، کسی ہتھیار کی تلاش میں رہو۔ اس کے بغیر کام نہیں
چلے گا۔"

"اچھی بات ہے، لیکن پھر تمہارا کیا بنے گا۔ یہ تو بدستور
تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔"

"دیکھا جائے گا — میں بھی برابر پیچھے ہٹ رہا ہوں۔"

فاروق نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور ایک خشک شاخ
تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن یہ ایک بہت کمزور ہتھیار
تھا۔ فوری طور پر ٹوٹ سکتا تھا؛ تاہم کچھ نہ ہونے سے بہتر تھا۔
دشمن پر رعب ڈالنے کے لیے وہ پکار اٹھا:

"محمود، گھبرانا نہیں — میں ایک شاخ پانے میں کامیاب ہو
گیا ہوں اور اب کسی آن بھی اس پر حملہ آور ہو سکتا ہوں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔

دشمن نے بھی بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا — فاروق بالکل
اسی کے انداز میں شاخ گھماتا چلا آ رہا تھا — تیزی سے گھومتی شاخ
بھلا دشمن کو کیا صاف نظر آتی، لہٰذا اس نے یہی خیال کیا کہ
محمود کی نسبت اسے فاروق کی طرف سے زیادہ ہوشیار رہنے

کی ضرورت ہے، لہذا اس نے اپنا رخ فاروق کی طرف کر لیا۔

"لو، یہ فائدہ ہوا ہتھیار تلاش کرنے کا — اب یہ میری طرف آ رہا ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"تو کیا ہوا، مرے کیوں جا رہے ہو — ہمت سے کام لو۔"

"ہاں، وہ تو خیر لینا ہی پڑے گا۔" اس نے کہا اور محمود کو ہنسی آ گئی — اب وہ ہتھیار کی تلاش میں نظریں دوڑا رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر ایک پتھر پر پڑی۔ ان حالات میں یہ ایک بہترین ہتھیار ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے فوراً اسے اٹھا لیا اور خاموشی سے دشمن کی طرف بڑھا۔ ادھر دشمن لمحہ بہ لمحہ فاروق سے نزدیک ہوتا جا رہا تھا، کیونکہ فاروق کی کمر کی طرف مکان کی دیوار تھی اور اب وہ مزید پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا — ہاں دائیں یا بائیں ضرور نکل سکتا تھا اور پھر دشمن اس کے عین سر پر پہنچ گیا۔ گھومتی ہوئی رائفل خشک شاخ سے ٹکرائی اور پہلے ہی وار میں شاخ دو ٹکڑے ہو گئی — فاروق کے دونوں ہاتھ جھنجنا اٹھے۔ ایسے میں اس نے رائفل کے کندے کو اپنے سر کی طرف آتے دیکھا — وہ بلا کی تیزی سے نیچے بیٹھ کر دائیں طرف لڑھک گیا۔ کندا دیوار سے ٹکرایا — عین اسی وقت حملہ آور کے منہ سے ایک چیخ نکلی — محمود کا پھینکا ہوا پتھر اس کے سر کے پچھلے حصے میں لگا تھا۔ وہ فوراً ہی ساکت ہو گیا —

"اتنی جلدی بے ہوش ہو گیا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اس لیے کہ پتھر کافی بڑا تھا۔"

"لیکن ہو سکتا ہے، یہ مکر کر رہا ہو۔"

رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی — کیونکہ پتھر لگتے ہی اس کے ہاتھ تو سر کی طرف گئے تھے۔ ایسے میں رائفل کا ہوش کسے رہتا، لہذا محمود نے تیزی سے اس کی طرف لپکتے ہوئے رائفل اٹھا لی اور بولا:

"اب یہ لاکھ مکر کرے — ہم اس کا مکر چلنے نہیں دیں گے۔"

"ہوں، لیکن ہمیں اندر کی صورتِ حال کا بھی جائزہ لینا چاہیے۔ نہ جانے اندر کیا حالات ہیں۔" فاروق نے محمود کا پھینکا ہوا پتھر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، میں اس کے سر پر کھڑا ہوں — تم اندر ہو آؤ۔"

"تو اس کے سر پر میں کیوں نہ کھڑا ہو جاؤں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یار، تم وقت بہت ضائع کرتے ہو — اچھا لو، تم ہی کھڑے ہو جاؤ۔ یہ پتھر سنبھال لو۔ میں رائفل لے جاتا ہوں۔"

اس نے رائفل سنبھالی اور مکان کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھلا تھا — دبے پاؤں اندر داخل ہوا اور پھر صحن کے منظر

پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف
سے پھیل گئیں۔

⊙

چھت پر موجود دشمن کے پاؤں دکھائی دینے لگے۔۔۔ وہ دم سادھے
ادھر ادھر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ اس کا دھڑ دکھائی دیا، پھر
ہاتھ نظر آنے لگے۔ ساتھ ہی اس کی آواز سنائی دی:
"میں جانتا ہوں، تم لوگوں کے پاس اسلحہ وغیرہ نہیں ہے، لہٰذا
ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ میرے پستول میں ابھی پانچ گولیاں موجود ہیں۔
اور نشانہ مشکل سے ہی چوکتا ہے۔" اس کی آواز کانوں سے
ٹکرائی۔

انسپکٹر جمشید زینے کے ساتھ والی دیوار سے چپکے کھڑے تھے
جب کہ فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد سامنے کی طرف
پردوں کے پیچھے تھے، اور پردوں میں سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں
نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر ان کا اشارہ پا کر
ہاتھ اوپر اٹھائے سامنے آ گئے۔

"بہت خوب، یہ ہوئی نا بات۔" نیچے اترنے والے نے خوش
ہو کر کہا اور پھر تیزی سے اُتر کر ان کی طرف بڑھا، یہی وہ موقع

تھا، جب انسپکٹر جمشید کا بھرپور مکا اس کے سر پر پڑا۔۔۔ وہ تیورا
کر گرا۔۔۔ دوسرے ہی لمحے خان رحمان نے اپنی جگہ سے چھلانگ
لگائی اور اس کے ہاتھ سے نکلنے والا پستول اپنے قبضے میں لے
لیا۔

"بہت خوب، یہ مقابلہ بہت دلچسپ رہا، لیکن میں اب
تک حیران ہوں، یہ کمرے سے نکل کر چھت پر کس طرح پہنچ گیا
تھا۔۔۔ خان رحمان، تم اسے زد پر رکھنا، میں ذرا چھت کا جائزہ
لے آؤں۔ کہیں اس نے چھت تو نہیں پھاڑ ڈالی۔"
یہ کہہ کر وہ اوپر چڑھ گئے، پھر جلد ہی ان کی واپسی ہوئی،
اب ان کی آنکھوں میں بلا کی حیرت تھی۔
"خیر تو ہے ابا جان، آپ بہت حیران ہیں۔"
"چھت بالکل صاف ہے اور اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ
یہاں صرف ایک دشمن نہیں، کم از کم دو ہیں۔ کمرے والا ابھی
کمرے میں ہی ہے، چھت پر دوسرا تھا۔"
"اوہ، تب تو معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ اب ہمیں یہ دروازہ ہی
توڑنا پڑے گا۔ اس طرح تو وہ باہر نہیں نکلے گا۔" خان رحمان بولے
"ہاں، اب یہی کرنا پڑے گا۔۔۔ ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں، یہ
دروازہ کس حد تک طاقت ور ہے۔"
یہ کہہ کر انہوں نے دوڑ کر ایک ٹکر دروازے کو رسید کی،

لیکن پہلی ٹکر نے دروازے کو اپنی جگہ سے ہلایا تک نہیں۔ وہ دوسری بار پھر ٹکر مارنے کے لیے پیچھے ہٹنے لگے۔ اچانک ایک فائر کی آواز گونج اُٹھی۔ ایک دل دوز چیخ نے پورے مکان کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس بار فائر کی آواز بہت دھماکا خیز تھی۔ فائر رائفل سے کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی انھوں نے محمود کی آواز سُنی:

"اف خدا، اگر مجھے ایک سیکنڈ کی دیر ہو جاتی تو اس نے روشن دان سے آپ کو نشانہ بنا دیا تھا۔"

وہ دھک سے رہ گئے۔ روشن دان کا خیال تو ان کے ذہنوں سے نکل ہی گیا تھا۔

"میرا خیال ہے، گولی نے اس کا دماغ پاش پاش کر دیا ہے اور اب اس کے زندہ بچنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا، لہذا ہم بے خوف و خطر دروازہ توڑ سکتے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر ٹکر مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔

"ایک دشمن باہر بھی موجود ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟"

"اوہو، اچھا ―" وہ چونک اٹھے، پھر بولے:

"ٹھیک ہے محمود، تم باہر ہی چلے جاؤ۔ دروازہ توڑنے اور اندر کا جائزہ لینے کے بعد ہم باہر آجائیں گے اور اسے بھی اندر گھسیٹ لائیں گے۔"

"اف خدا، گویا وہ نوٹ بک حاصل کرنے کے لیے اکٹھے تین آدمی آئے تھے اور ہم انہیں صرف ایک خیال کرتے رہے۔"

"خیر، معرکہ دلچسپ رہا۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

محمود رائفل اٹھائے پھر باہر چلا گیا۔ انسپکٹر جمشید خود کو دروازے سے ٹکرانے لگے۔ آخر پندرہ منٹ بعد دروازے نے ہار مان لی اور دوسری طرف جا گرا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ اندر کا منظر خوف ناک تھا۔ پورے کمرے پر خون کے چھینٹے لگ گئے تھے۔ دشمن کا دھڑ بالکل ساکت تھا۔ روشندان کے قریب ایک بڑی میز پر دو چھوٹی میزیں رکھی تھیں۔ اس طرح وہ روشن دان تک پہنچا تھا، لیکن اس کی موت ہی آگئی تھی۔ کمرے میں بچھی مسہری پر پڑی سنہری جلد والی نوٹ بک پر ان کی نظریں جم کر رہ گئیں۔ اسی وقت انہیں محمود اور فاروق کا خیال آیا۔ انسپکٹر جمشید بولے:

"میں انہیں بھی اندر لے آؤں۔"

جلد ہی سب لوگ ایک کمرے میں موجود تھے۔ اکرام اور ماہرین کو فون کر دیا گیا۔

اب انھوں نے نوٹ بک کھولی اور اس کا ایک ایک ورق الٹنے لگے، لیکن ان کے پلے کچھ بھی نہ پڑ سکا، جو کچھ بھی لکھا تھا، خفیہ زبان میں لکھا ہوا تھا اور اس خفیہ زبان کو کوئی ماہر

ہی پڑھ سکتا تھا؛ انہوں نے نوٹ بک جیب میں رکھ لی۔

"معاملے نے کچھ عجیب سی صورت اختیار کر لی ہے۔ یہ چکر زمین کی خرید و فروخت سے شروع ہوا تھا، لیکن پہنچ گیا راضی بیگ تک۔" فرزانہ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے میرے ایک کروڑ روپے گئے ہاتھ سے۔" خان رحمان بولے اور وہ مسکرا کر رہ گئے۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی منع کیا تھا خان رحمان۔ اس کے باوجود تم الجھ گئے۔ خیر دیکھیں کیا بنتا ہے۔"

اکرام اور ماہرین جلد ہی پہنچ گئے۔ اچانک محمود کو کچھ خیال آیا۔ اس نے فوراً کہا:

"انکل اکرام، اس دوسرے مقتول کے بارے میں کچھ معلوم ہوا، جو جنگل میں مارا گیا تھا۔ اس وقت جب کہ ابا جان اسے دبوچ لینے والے تھے۔"

"ہاں، اس کا ریکارڈ مل گیا ہے۔ ایک عرصے سے وہ جرائم پیشہ زندگی گزار رہا ہے۔ کئی بار کا سزا یافتہ ہے، لیکن پچھلے کئی سالوں سے بالکل غائب تھا۔ اس کا نام مودی بانس والا تھا۔"

"مودی بانس والا، میں نے اس کا ذکر کہیں سن رکھا ہے، لیکن کہاں، یہ یاد نہیں آ رہا۔" انسپکٹر جمشید نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"اسے اکثر ہوٹل موبان میں اٹھتے بیٹھتے دیکھا گیا ہے۔"

"تب پھر کیوں نہ ہم ذرا ہوٹل موبان کا ایک چکر لگائیں۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں، اب یہاں ہمیں کوئی کام بھی تو نہیں ـــ لیکن نہیں، پہلے تو ہمیں پروفیسر صاحب سے افسوس کر لینا چاہیے۔"

"خدا کو جو منظور تھا، وہ ہوا۔" پروفیسر صاحب بولے۔

"اور اس نوٹ بک کو بھی پڑھوانا ہے۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے، راستے میں ہم یہ نوٹ بک خفیہ زبانوں کے ماہر کو دیتے چلیں گے۔"

"انکل صاحبان، آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"شائستہ آنے والی ہوگی ـــ میں تو گھر جاؤں گا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"جب کہ میں تم لوگوں کا ساتھ دوں گا، کیونکہ جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو جاتا، مجھے چین نہیں آئے گا۔" خان رحمان بولے۔

"چین آئے بھی کیسے، ایک کروڑ روپیہ جو پھنسا بیٹھے ہو۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"ایک کروڑ روپے کی بات نہیں ـــ میں اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لیے بے چین ہوں۔" وہ بولے۔

"جمشید! جب تم لوگ معاملے کی تہ تک پہنچ چلو تو مہربانی فرما کر مجھے بھی فون کر دینا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

پروفیسر داؤد کو ان کی تجربہ گاہ کے سامنے اتار کر وہ ماہر کے پاس پہنچے۔ وہ انہیں اپنے کمرے میں لے گیا۔

"جامی صاحب، ایک نوٹ بک آپ کے حوالے کر رہا ہوں، اس کا ترجمہ فوری طور پر کر دیں — دوسرے یہ کہ اسے ذرا حفاظت سے رکھیے گا — اس کے چکر میں دو تین آدمی مارے جا چکے ہیں۔"

"پھر تو یہ نوٹ بک خطرناک ہے۔" انہوں نے فکرمند ہو کر کہا۔

"ہاں، بہت زیادہ خطرناک — آپ چاہیں تو یہاں حفاظت کے لیے نگران مقرر کر دیے جائیں۔"

"بہتر یہی رہے گا۔" انہوں نے کہا۔

"اچھا، میں فون کیے دیتا ہوں۔" انہوں نے کہا اور فون کرنے لگے۔ ایسے میں وہ کمرے کا جائزہ لینے لگے۔ کمرہ بہت خوب صورتی سے سجایا گیا تھا — بڑی بڑی تصویریں دیواروں پر لگائی گئی تھیں۔

دو منٹ بعد وہ وہاں سے نکل رہے تھے — اب ان کا رخ ہوٹل سوبان کی طرف تھا — راستے میں انسپکٹر جمشید نے عجیب سے

لہجے میں کہا۔

"تم میں سے کوئی کبھی ہوٹل سوبان گیا ہے؟"

"جی نہیں تو — کیوں کیا بات ہے؟"

"اس ہوٹل کے بارے میں پولیس اور اعلیٰ حکام آج تک کوئی رائے قائم نہیں کر سکے — بے شمار آفیسرز کا خیال ہے، یہ ہوٹل جرائم پیشہ لوگوں کا اڈا ہے، بلکہ جرائم پیشہ لوگوں کو پیدا کرنے کی ایک جگہ ہے اور بے شمار لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں — جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں، وہ اس خیال پر اس لیے جمے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نہ جانے کتنی مرتبہ ہوٹل پر چھاپے مارے، لیکن آج تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے اور نہ ہوٹل کی انتظامیہ کو کسی الزام کے تحت گرفتار کر سکے۔"

"لیجیے، ایک نہ شد تین شد — اب ہمیں اس ہوٹل کے معاملے کو بھی دیکھنا ہو گا۔" فاروق بولا۔

"وہ اس لیے کہ مودی بانس والے کو اس ہوٹل میں اکثر دیکھا گیا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"اور مجھے زمین والا مسئلہ پریشان کیے دے رہا ہے۔" خان رحمان نے سرد آہ بھری۔

اور وہ ہنس دیے — اسی وقت انہوں نے ہوٹل سوبان

کو اپنے سامنے دیکھا — یہ ایک بلند و بالا اور شاندار قسم کا ہوٹل
تھا۔ چند لمحے کے لیے تو وہ اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ آخر کار
پارک کر کے اس کے دروازے کی طرف بڑھے۔ باوردی چوکیدار نے
انہیں سلام کیا — وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ کاؤنٹر کلرک کی
نظر جونہی انسپکٹر جمشید پر پڑی، اس کے چہرے پر ایک رنگ
آکر گزر گیا۔

"تمہیں یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی اعظم۔"

"ہم، میں اب باعزت روزی کما رہا ہوں جناب۔ جیل سے
رہا ہونے کے بعد یہاں ملازمت مل گئی تھی۔ میں نے اسے
غنیمت جانا۔" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا اعظم — آدمی وہی اچھا ہے جو ٹھوکر
کھا کر سنبھل جائے اور اگر ٹھوکر کھا کر بھی اس کا وہی حال
رہے، تب وہ کم عقل ہے۔ ویسے اس وقت میں یہاں مودی
بانس والا سے ملنے آیا ہوں۔"

"مودی بانس والا۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس نام کا کوئی آدمی یہاں
کبھی نہیں آیا۔"

"جی نہیں — بھلا میں یہ جھوٹ کیوں بولوں گا۔ وہ یہاں
اکثر آتا جاتا رہتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ دو دن سے

یہاں نہیں دیکھا گیا۔ آپ بے شک بیروں سے پوچھ لیجیے۔"

"پوچھ لوں گا، فکر نہ کرو — خیر تو مودی بانس والا یہاں
دو دن سے نہیں آیا — اچھا، وہ رہتا کہاں ہے؟"

"پپ، پتا نہیں۔" وہ ہکلایا۔

"پتا کیوں نہیں بھئی — کیا تمہارے اس ہوٹل کا یہ اصول
نہیں کہ یہاں باقاعدہ آنے والوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا
ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ اگر مودی بانس والا یہاں باقاعدہ
آنے والوں میں شامل تھا تو اس کا پتا ضرور ہمارے رجسٹر میں
موجود ہوگا۔ میں ابھی دیکھتا ہوں۔"

"تم نے کیا کہا، اگر وہ باقاعدہ آنے والوں میں شامل
تھا — تمہارے منہ سے تھا کیوں نکلا اعظم؟ کیا مودی مر چکا
ہے۔"

"نن، نہیں تو — میرے منہ سے نکل گیا تھا۔"

"بھئی اعظم، جھوٹ نہ بولو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت جناب۔"

"کیا تمہیں اس کے قتل ہو جانے کی اطلاع مل چکی ہے؟"
وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرائے۔

"نن، نہیں — کک، کیا — کیا اسے...؟"

"بھئی چھوڑو، ایکٹنگ نہ کرو۔ تم اتنے اچھے اداکار نہیں ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ ــ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ بوکھلا اٹھا۔

"اچھا، ختم کرو ــ رجسٹر دیکھ کر اس کا پتا مجھے بتاؤ۔"

اس نے رجسٹر کھولا اور کانپتے ہاتھوں سے ورق الٹنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک صفحے پر رک گیا ــ عین اسی وقت انہوں نے خان رحمان کی آواز سنی:

"ارے ــ"

ہوٹل سوبان

"خیر تو ہے انکل، ہوٹل میں ارے کہاں سے ٹپک پڑا۔" فاروق نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا ــ وہ دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دروازے میں سے ایک آدمی اندر داخل ہو کر ہوٹل کے ہال کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خان رحمان کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں ــ

"یہ کون ہے انکل؟" فرزانہ بے چین ہو کر بولی۔

"ارمان بنجاری۔" وہ بڑبڑائے۔

"ارمان بنجاری، اچھا نام ہے، لیکن آپ کو اس شخص میں کیا خاص بات نظر آ گئی۔" محمود نے کہا۔

"یہ ــ یہی وہ شخص ہے، جو میری زمین خریدنے کے لیے میرے گھر آیا تھا۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"اور اس کے بعد میں ٹم ٹام گیا تھا۔"

"ہوں، کڑیاں ملنے لگی ہیں — مودی بانس والا بھی یہاں آتا تھا — مودی بانس والا نے راضی بیگ کو ہلاک کیا، لیکن خود وہ کسی کے ہاتھوں مارا گیا — ہم مسٹر ارمان بخاری سے ضرور ملیں گے. کیا خبر اس کا مودی بانس والا سے کوئی تعلق ہو — ہاں تو مسٹر اعظم، تم پتا نوٹ کرا دو۔"

"جی لکھ لیجیے۔ وہ ۲۱۸ چیمہ کالونی میں رہتا ..... ہے۔" رہتا کے بعد وہ چند سیکنڈ کے لیے رکا اور پھر 'ہے' کہا۔

"تمہیں ڈر تھا، کہیں پھر منہ سے تھا نہ نکل جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نن — ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"خیر، آؤ بھئی — ذرا ارمان بخاری سے دو دو باتیں ہو جائیں۔"

وہ ہال کی طرف بڑھے — ارمان بخاری ایک خالی میز پر بیٹھا تھا —

"ہیلو مسٹر ارمان بخاری، کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔" خان رحمان نے نرم گرم آواز میں کہا۔

اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر حیران رہ گیا۔

"آ — آپ — یعنی کہ آپ۔"

"ہاں بھئی، یہ خان رحمان ہیں، آپ نے پہچانا نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے —

"جی ہاں، کیوں نہیں پہچانا — تشریف رکھیے، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"آپ نے ان سے جو زمین خریدی تھی، اس کا کیا کیا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کی تعریف؟"

"مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔"

"تب تو اپنا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔" محمود بولا۔ اس نے ان کی طرف دیکھا نہیں — بس انسپکٹر جمشید کو ٹکر ٹکر دیکھتا رہا۔

"کیا، میں نے کوئی جرم کیا ہے؟"

"نہیں تو، ہم نے تو بس آپ سے یہ پوچھا ہے، آپ نے اس زمین کا کیا کیا تھا؟"

"معقول منافعے اسے آگے فروخت کر دیا تھا — کیا یہ جرم ہے۔"

"بالکل نہیں، کیا اب آپ کے پاس ٹم ٹام کی کوئی زمین ہے؟"

"نہیں، میں گزشتہ رات فروخت کر چکا ہوں۔" اس نے کہا۔

"شکریہ، یہ بھی بتا دیں، کسے فروخت کر چکے ہیں۔"

"اجمال خان کو — ٹم ٹام کی زیادہ تر زمین انہوں نے ہی خریدی ہے۔"

"اوہ اچھا، ہم مودی بانس والا سے ملنا چاہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مودی بانس والا، یہ کون ہے؟"

"آپ نہیں جانتے؛ حالاں کہ وہ یہاں باقاعدہ آنے والوں میں شامل ہے اور چیمہ کالونی میں رہتا ہے۔"

"میں یہاں آنے والے سب لوگوں سے واقف نہیں اور نہ ایسا ہونا ضروری ہے۔"

"ہوں، اچھا — کیا آپ راضی بیگ کو جانتے ہیں؟"

"میں اس نام کے آدمی سے بھی واقف نہیں۔" وہ بولا۔

"شکریہ، پھر ملاقات ہوگی۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولا۔

"مجھے امید ہے، آپ سے بہت جلد پھر ملاقات ہوگی۔"

ان کے ساتھ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوتے اور پھر ٹھٹک کر رک گئے — ایک بہت لمبا آدمی ان کی طرف چلا آرہا تھا۔ اس کی نظریں ان پر جمی تھیں —

"اس شخص کے تیور کچھ خطرناک لگتے ہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"ہاں، ایسا ہی لگتا ہے — خیر، کوئی بات نہیں، دیکھا جائے گا۔"

اتنے میں وہ نزدیک آگیا اور باریک سی آواز میں بولا:

"کیا آپ لوگ کسی میز پر بیٹھ کر مجھ سے دو دو باتیں کرنا پسند کریں گے؟"

"دو دو باتیں کرنا ہمیں ہمیشہ سے پسند رہا ہے۔ آج کیوں نہ کریں گے۔" فاروق گنگنایا۔

"تو پھر تشریف لائیے — ویسے بہتر تو یہ تھا کہ آپ میرے کمرے میں چلے چلتے — وہاں ہم نہایت اطمینان سے بات چیت کر سکتے تھے۔"

"ابھی آپ دو دو باتیں کہہ رہے تھے اور اب بات چیت پر اتر آئے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی، بات تو ایک ہی ہے۔" وہ بولا۔

"خیر چلیے — جہاں آپ مناسب سمجھتے ہیں، بات کر لیتے ہیں۔ کیا آپ نے اس ہوٹل میں کوئی کمرہ کرائے پر لے رکھا ہے؟"

"ارے یہ بات نہیں — دراصل میں اس ہوٹل کا مالک ہوں۔ میرا نام ٹامی گرے ہے۔"

"مسٹر ٹامی گرے — آپ کے قد کی طرح آپ کا نام بھی پسند

آیا — بھئی واہ، ٹامی گرے۔" فاروق نے بچوں کی طرح خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کی باتوں کے مطلب کے پیچھے نہ پڑیں — الجھ کر رہ جائیں گے۔" فرزانہ نے گویا خبردار کیا۔

"میں سمجھا نہیں۔" وہ بولا۔

"اس میں آپ کا بھی کیا قصور — کوئی بھی اس کی اوٹ پٹانگ باتیں نہیں سمجھ سکتا۔" فرزانہ مسکرائی۔

اب وہ ٹامی گرے کے پیچھے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک عالی شان کمرے میں داخل ہوئے۔ ٹامی گرے نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں — آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔ پہلی بار میرے ہوٹل میں آئے ہیں، اس لیے میں نے مناسب سمجھا، آپ کو اپنے کمرے میں لے آؤں۔ فرمائیے، کیسے آنا ہوا؟"

"ہم دراصل مودی بانس والا سے ملنے آئے تھے۔ وہ یہاں باقاعدہ آنے والوں میں سے ہے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں، لیکن وہ دو دن سے ادھر نہیں آیا۔ آپ کو اس کی تلاش کیوں ہے؟"

"ایک قتل کے سلسلے میں — ایک شخص راضی بیگ کو قتل کر

دیا گیا ہے۔ خیال ہے کہ اسے مودی بانس والا نے ہلاک کیا ہے۔"

"اوہو اچھا، یہ تو سنگین معاملہ ہے۔" اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"جی ہاں، ہے تو سنگین ہی، بلکہ رنگین بھی ہے۔" فاروق نے کہا۔

"تب تو مجھے اس معاملے میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہیے۔"

"آپ ہمیں یہاں کیوں لائے ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کی عزت افزائی کے لیے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں، کوئی اور بات ہے۔"

"بھلا اور کیا بات ہو سکتی ہے — جو بات تھی، بتا دی — اب اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے روکھے لہجے میں کہا۔

"یہ عزت افزائی کا بالکل نیا طریقہ ہے۔" فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"آؤ بھئی چلیں — ہمیں بھی یہاں رکنے کی ضرورت نہیں۔" یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے — دروازے کی طرف مڑے، لیکن پھر رک گئے اور ٹامی گرے کی طرف دیکھ کر بولے:

"ویسے میں آپ کو یہ اطلاع دے دیتا ہوں کہ مودی بانس والا کو بھی کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔"

"اوہ نہیں۔" ٹامی گرے دھک سے رہ گیا۔

"اور میں، یہ بھی جانتا ہوں، تم اس کے قاتل سے اچھی طرح واقف ہو۔" انسپکٹر جمشید نے پر زور لہجے میں کہا۔

"کک، کیا مطلب — انسپکٹر صاحب، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ ہکلانے لگا۔

"بلکہ میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں ..." یہاں تک کہہ کر وہ رک گئے اور دل کش انداز میں مسکرائے۔

"کیا کہہ سکتے ہیں آپ؟" اس نے جلدی سے کہا۔

"یہ کہ، تمہارے کمرے میں جو دروازہ سامنے کی طرف ہے، وہ شاید غسل خانے کا دروازہ ہے۔" انھوں نے رک رک کر کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی ابا جان۔"

"بات ضرور ہوئی ہے — ٹامی گرے کے چہرے کی طرف دیکھو، معلوم ہو جائے گا کہ بات ہوئی ہے یا نہیں۔"

انھوں نے چونک کر ٹامی گرے کو دیکھا، وہاں واقعی عجیب عالم تھا۔ ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"واقعی، ان کا چہرہ تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا ہے۔"

عین اسی وقت غسل خانے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک شخص سٹین گن لیے باہر نکلا۔

منصوبہ ساز

اس کے سر پر بہت بڑا ہیٹ تھا، ہیٹ چہرے پر جھکا ہوا تھا، آنکھوں پر تاریک شیشوں والا چشمہ تھا... سٹین گن کا رخ ان کی طرف تھا۔

"یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے.... اس لیے میں نے تم لوگوں کو یہاں بلوایا تھا...." اس کے ہونٹ ہلے۔

"اور تم ہو کون۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"ان سب کا باپ —" اس نے غرا کر کہا

"کن سب کا باپ —" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ٹامی گرے کا.... مودی بانس والے کا... اور پھر بہت سے لوگوں کا.... یہ میں تھا... جس نے مودی بانس والے کو تمہارے ہاتھ لگتے دیکھ کر ختم کر دیا..."

"اوہ.... گویا تم اپنے جرم کا اقرار کر رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! اس لیے کہ تم مجھے عدالت میں نہیں لے جا سکو گے...."

نہ مجھ پر جرم ثابت کر سکو گے۔"

"تم نہیں جانتے کہ ہمیں اس کمرے میں داخل ہوتے بے شمار لوگوں نے دیکھا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی طرح جانتا ہوں ... میرا پروگرام ذرا مختلف ہے ..... اس کی وضاحت میں بعد میں کروں گا ..... ٹامی گرے .... ان لوگوں کو باندھنے کا کام کر سکو گے۔"

"ہاں ... کیوں نہیں۔" ٹامی گرے کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"تو پھر باندھو انہیں .... ریشم کی ڈوری یہاں موجود ہی ہے۔"

"ج .... جی ہاں۔" وہ ہکلایا اور الماری سے ریشم کی ڈوری کا گولا نکال کر ان کی طرف بڑھا۔

"اگر سٹین گن کی گولیوں سے بچنا چاہتے ہو تو ہاتھ کمر کے پیچھے لے جا کر چپ چاپ بندھوا لو ... ورنہ انسپکٹر جمشید .... تم میرا پروگرام تو سمجھ ہی چکے ہو گے۔"

"ہاں ... سمجھ چکا ہوں .... بندھوا لو بھئی ہاتھ۔"

"ابا جان .... اس کا کیا پروگرام ہے .... آپ کیا سمجھ چکے ہیں۔" محمود بے چین ہو کر بولا۔

"ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں .... تم لوگوں کو خاموشی سے ہاتھ پیر بندھوانا ہوں گے۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"اچھا .... جیسے تمہاری مرضی۔"

انہوں نے ہاتھ پیر بندھوا لیے ... محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان حیران تھے کہ انسپکٹر جمشید نے اتنی آسانی سے خود کو بندھوانا کیوں منظور کر لیا .... وہ اگر چاہتے تو ٹامی گرے کو آڑ بنا کر ہیٹ والے پر حملہ کر سکتے تھے۔ آخر ان سب کے بھی ہاتھ پیر بندھ گئے۔

"اب ان کے منہ بھی ٹیپ سے بند کرو .... تاکہ یہ منہ سے آواز نہ نکال سکیں۔" ہیٹ والے نے ٹامی گرے کو حکم دیا۔

"جی بہتر۔" ٹامی گرے نے کہا۔

"مسٹر ٹامی گرے .... آپ تو کہہ رہے تھے، اس ہوٹل کا مالک ہوں۔ لیکن اپنے کمرے میں ادنیٰ ملازموں کی طرح اس شخص کا حکم مان رہے ہو .... آخر یہ کون ہے؟"

"میرے باس .... میں ان کے سامنے دم بھی نہیں مار سکتا۔"

"واقعی .... تم دم بھر نہیں سکو گے۔" انسپکٹر جمشید بولے ..... ساتھ ہی ان کے منہ پر ٹیپ لگا دی گئی۔

"اور اب پچھلی گلی میں وین لے آؤ .... یہ کام بھی تم خود ہی کرو گے .... پھر ہم دونوں مل کر انہیں غسل خانے والے دروازے سے وین میں منتقل کر دیں گے۔"

"بہت بہتر۔" ٹامی گرے نے کہا .... دروازہ احتیاط سے کھولتے ہوئے باہر نکل گیا، ہیٹ والے نے فوراً دروازہ اندر سے بند کر دیا اور ان کی طرف مڑا۔

"تم شام کے سفر کے لیے تیار ہو جاؤ... وہ فوجی اڈا تم لوگوں کا خفیہ قبرستان ضرور بنے گا..."

پندرہ منٹ بعد غسل خانے کے دروازے کے راستے ٹامی کمرے میں داخل ہوا اور دونوں مل کر انہیں باری باری اٹھا کر بند وین میں منتقل کرنے لگے... یہاں تک کہ سب وین میں پہنچ گئے... اب ٹامی گرے ان کے ساتھ بیٹھا... وین کا پچھلا دروازہ اس نے بند کر لیا... ہیٹ والے نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور وین چل پڑی... ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے... انھیں کیا خبر تھی کہ ہوٹل سوبان ان کے لیے موت کا پنجرہ بن جائے گا...

ایک گھنٹہ بعد وین رکی... وین کے پچھلے دروازے پر ایک ٹھوکر ماری گئی اور پھر ہیٹ والے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"چلو... بھئی... تم لوگوں کا قبرستان آ گیا... دفن ہونے کے لیے باہر نکل آؤ... لیکن نہیں... تم خود کس طرح نکل سکو گے... تم تو ہل جل بھی نہیں سکتے... ہاں... لڑھک ضرور سکتے ہو... خیر لڑھک لڑھک کر باہر نکل آؤ۔ ٹامی گرے... ان کے لڑھکنے کا تماشہ دیکھو۔"

"آپ کا پروگرام کیا ہے سر۔" ٹامی گرے کانپ کر بولا۔

"بہت شاندار... بہت ہی مزے دار... سنو گئے تو پھڑک اٹھو گئے... ان کے منہ پر سے ٹیپ اتار دو۔"

وین کا پچھلا دروازہ کھل گیا تھا... ٹامی گرے ٹیپ اتارنے لگا

"ہاں بھئی... شروع کر دو لڑھکنا۔"

"بہتر ہوگا کہ پہلے ہمیں ساری بات بتا دو... اگر ساری بات بتائے بغیر تم نے ہمیں موت کے گھاٹ اتارا تو ہماری روحیں بے چین رہیں گی... اور تمہیں دن رات ستائیں گی... یہاں تک کہ تم اس زندگی سے بے زار ہو کر موت کو گلے لگانا پسند کرو گے... محاورۃً نہیں... حقیقت میں..." منہ کھلتے ہی فاروق بولا۔

"توبہ ہے... منہ کھلنے کے بعد ذرا دیر بھی تو صبر نہیں ہو سکا۔" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"تم کرتی رہو صبر... روکا کس نے ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی ساری بات بتانے میں وقت ضائع ہو گا... اور میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے، لہذا معافی چاہتا ہوں... تمہارا دوست ملک جب ٹامام کی زمین پر فوجی اڈہ بنائے گا اور اس سلسلے میں زمین کی کھدائی کرے گا تو اسے کچھ گلی سڑی لاشیں ملیں گی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اس وقت تک ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکے ہو، بہرحال وہ فوجی اڈا تمہاری ہڈیوں پر ہی بنے گا۔"

"اس طرح بھی ہم اپنے ملک کے کام ہی آئیں گے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"تو پڑوسی ملک واقعی یہاں اڈا بنانے کا ارادہ رکھتا ہے؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہماری اطلاعات یہی ہیں... کم از کم ہمارے جاسوسوں نے

ہمیں بھی اطلاعات ارسال کی ہیں اور ان کی اطلاعات غلط نہیں ہو سکتیں۔ وہ تمہارے ملک میں اور تمہارے دوست ملکوں میں اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ کوئی اطلاع بھی ہم تک پہنچے بغیر نہیں رہتی۔"

"ہوں!.... حیرت ہے.... یہ راز انہوں نے کس طرح معلوم کر لیا جب کہ ایسے اڈے انتہائی خفیہ طور پر اور خفیہ ترین مقامات پر بنائے جاتے ہیں۔"

"یہی تو ہمارے جاسوسوں کا کمال ہے۔" ہیٹ والا بولا۔

"اب جبکہ ہم مرنے والے ہیں ہم سے کیا پردہ.... آپ یہ پردہ نما ہیٹ ہٹا کیوں نہیں دیتے۔" فاروق نے گنگنانے کے انداز میں کہا۔

"کیا کرو گے میری صورت دیکھ کر.... تم تو بس اپنے اللہ کو یاد کرو۔ میں نے سنا ہے.... مسلمان مرتے وقت ــــ صرف اور صرف اللہ کو یاد کرتا ہے۔" وہ ہنسا۔

"ہاں! یہ تو تم نے بالکل ٹھیک کہا، حیرت ہے.... اتنی درست بات تم نے کیسے کہہ دی۔"

"میں ہر قسم کی اطلاعات حاصل کرتے رہنے کا عادی ہو چکا ہوں۔ ٹامی!.... تم نے ان لوگوں کو گھسیٹنا شروع نہیں کیا.... اپنے آپ تو یہ نکلنے سے رہے۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور انہیں باری باری نیچے کھینچنے لگا....

اس کے انداز سے بہت بے دردی کا اظہار ہو رہا تھا.... جانوروں کو بھی اس طرح نہیں گھسیٹا جاتا ہو گا....

آخر وہ سب دین سے نیچے آ گئے..

"ٹامی.... ایک بڑا گڑھا کھودنا تمہارے بس کی بات نہیں.... لہٰذا اپنا پستول جیب سے نکالو اور باری باری انہیں نشانہ بنا ڈالو۔" ہیٹ والے نے سرد آواز میں کہا۔

"بندھی ہوئی حالت میں ہی؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں.... میں ان پر پستول تانے کھڑا ہوں.... تم انہیں کھول دو۔ اس کے بعد گولیوں کا نشانہ بنا ڈالنا۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" ٹامی گرے نے خوش ہو کر کہا۔

"اور اس کے بعد؟" انسپکٹر جمشید سوالیہ انداز میں بولے۔

"اس کے بعد، کیا مطلب؟" ٹامی گرے بولا۔

"مطلب یہ کہ ہمیں گولی مارنے کے بعد تم کیا کرو گے؟" انہوں نے کہا۔

"میں کیا کروں گا.... باس جو حکم دیں گے، کروں گا۔"

"کیوں مسٹر باس.... ہماری موت کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"کچھ بھی نہیں.... ہمارا منصوبہ مکمل ہو جائے گا.... ہم اپنا راستہ لیں گے۔"

"منصوبہ.... کیسا منصوبہ؟" فرزانہ جلدی سے بولی۔

"بہت شاندار منصوبہ.... اس منصوبے کا منصوبہ ساز میں ہوں...
اس کی تمام تفصیلات میں نے تیار کی تھی.... اور یہ پوری طرح
کامیاب رہا۔ میں نے ایک فیصد بھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔"
"تو کیا.... ہم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا بھی اس منصوبے
میں شامل تھا؟" محمود نے سوال کیا۔
"نہیں۔ تم لوگ ہوٹل سوبان تک پہنچ گئے تھے.... لہٰذا میں نے
سوچا... کیوں نہ تمہارا بھی خاتمہ کر ہی دیا جائے۔"
"اس طرح ہوٹل سوبان نہیں بچ سکے گا.. بے شمار لوگوں نے
ہمیں ٹامی گرے کے کمرہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا اور پھر ہمیں
نکلتے کسی نے نہیں دیکھا، لہٰذا ہوٹل کی انتظامیہ کو پوری طرح ٹٹولا جائے
گا.... ٹامی گرے تو کسی طرح نہیں بچ سکیں گے۔"
"یہ واپس ہوٹل میں نہیں جائیں گے .... بلکہ میرے ساتھ سفر
پر روانہ ہو جائیں گے.... اس ملک میں ان کی ذمے داریاں ختم
ہو گئیں.... اب ان سے کوئی اور کام لیا جائے گا۔" اس نے
جلدی جلدی کہا۔
"کیا واقعی؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے... ان کی مسکراہٹ عجیب
سی تھی۔
ٹامی گرے اس وقت تک انہیں کھولنا شروع کر چکا تھا۔
آخر وہ انسپکٹر جمشید تک پہنچ گیا.... اور پھر ایک عجیب بات ہوئی۔

ابھی اس نے اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھائے ہی تھے کہ انہوں نے
اچانک اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ گویا
اڑتا ہوا ہیٹ والے سے ٹکرایا... یہ ٹکر ہیٹ والا برداشت نہ
کر سکا اور دھڑام سے گرا... ٹامی گرے اس کے اوپر گرا... ساتھ
ہی انسپکٹر جمشید نے ان پر چھلانگ لگائی اور پستول جھپٹتے ہوئے دور
نکل گئے.... لیکن جونہی سیدھے ہوئے.... دھک سے رہ گئے....
ٹامی گرے ضرور ان کے پستول کی زد پر تھا۔ لیکن ہیٹ والا.....
دور بہت دور بھاگا جا رہا تھا.... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ
ہیٹ والا بندروں کی طرح بھاگ نکلے گا.... انہوں نے اس کا نشانہ
لیا اور فائر کر دیا۔ لیکن یہ دیکھ کر ان کی حیرت اور بڑھی کہ پستول
کی نالی سے گولی نکلنے سے پہلے ہی وہ زمین پر لوٹ لگا چکا
تھا.... گولی اس کے سر پر سے گزر گئی تھی.... ساتھ ہی وہ اٹھ
کر پھر بھاگنے لگا.... اب وہ جھکے جھکے انداز میں بھاگ رہا تھا...
انھوں نے دوسرا فائر کیا۔ ہیٹ والا یہ فائر بھی بچا گیا.... ساتھ
ہی وہ ڈھلوان میں کود گیا.... اب وہ ان کی نظروں سے اوجھل
ہو چکا تھا...
"تم اس کا خیال رکھو.... میں اسے پکڑتا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر
جمشید نے اس سمت میں دوڑ لگا دی.... بلا کی رفتار سے دوڑتے
ہوئے وہ اس جگہ پہنچے جہاں سے اس نے ڈھلوان میں چھلانگ

لگائی تھی.... لیکن یہ دیکھ کر ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کہ اب
ہیٹ والا دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا...

انہوں نے بغور چاروں طرف دیکھا اور پھر واپس پلٹے... محمود
فاروق اور فرزانہ ٹامی گرے کے سر پر کھڑے تھے .... اور وہ سہمی
ہوئی نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"افسوس... وہ بھاگ نکلا۔" وہ بولے۔

"اوہ .... یہ تو بہت برا ہوا ابا جان ۔" فرزانہ نے پریشان
ہو کر کہا۔

"ہاں .... اب اس منصوبے کی تفصیلات ہم کس سے پوچھیں
گے۔" محمود بڑبڑایا۔

"مسٹر ٹامی گرے سے۔" فاروق بولا۔

"میرے تو فرشتوں کو بھی کچھ معلوم نہیں .... میں تو کاٹھ کا الّو
ہوں۔" اس نے فوراً کہا۔

"بھئی واہ .... اپنی تعریف کرنا تو کوئی تم سے سیکھے۔" فاروق
نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے، ابا جان ....؟" محمود بولا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں ہو گا، تاہم
یہ ہمیں ہوٹل سوبان کے بارے میں تو سبھی کچھ بتا سکے گا۔"
انہوں نے کہا۔

"کچھ بھی نہیں... بس میں اس کا جھوٹ موٹ کا مالک ہوں....
اصل مالک وہی ہے...."

"تو وہ تمہارے ساتھ ہی رہتا ہے..؟"

"ہاں ... ہوٹل میں، لیکن ایک عام ملازم کی حیثیت سے....
کسی کو بھی اس کی اصل حیثیت معلوم نہیں .... سوائے میرے... احکامات
اسی کے چلتے ہیں... میں تو صرف نام کا مالک ہوں..."

"اس شخص کا نام کیا ہے...." فرزانہ نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ...."

"تم اس ہوٹل کے نام کے مالک کس طرح ہو؟" انسپکٹر
جمشید بولے۔

"سابق مالک کو کسی وجہ سے ہٹا دیا گیا اور مجھے لا کر بٹھا
دیا گیا... میں ان دنوں چوری چکاری کر کے گزارا کرتا تھا۔"

"خیر... تم یہ تو بتا ہی سکتے ہو کہ ہوٹل میں جرائم پیشہ لوگوں
کی آمد و رفت کیوں ہے؟"

"اس ہوٹل میں آنے والے عام جرائم پیشہ نہیں ہیں......
دوسرے ملک کے جاسوس ہیں۔ یوں کہہ لیں کہ وہ ہوٹل غیر ملکی
جاسوسی کا اڈا ہے۔" اس نے کہا۔

"اوہ" وہ دھک سے رہ گئے... یہ بالکل نئی بات معلوم ہوئی تھی۔

"تو وہ وہاں ہدایات لینے آتے ہیں۔ انہیں ہدایات کس طرح

ملتی ہیں۔"

"میرے ذریعے... لیکن مجھے بھی ہیٹ والا دیا کرتا ہے۔" اس نے بتایا۔

"حیرت ہے... تمہیں اس کا نام بھی معلوم نہیں۔"

"نہیں.... اور مجھے کیا.... کسی کو بھی نہیں معلوم..."

"ابا جان ... ان اطلاعات کی بنیاد پر ہمیں فوری طور پر ہوٹل سوبان کو گھیرے میں لینا چاہیے... اور سب لوگوں کو گرفتار کر لینا چاہیے۔"

"ہوں.... اس کا انتظام ابھی ہو جاتا ہے.... آؤ چلیں..."

انہوں نے حامی گرے کو باندھا اور وین میں روانہ ہوئے... فون کے ذریعے اکرام اور پولیس کو ہوٹل سوبان کے بارے میں ہدایات دیں... اور خود بھی اسی طرف روانہ ہو گئے.... ہوٹل کے نزدیک پہنچتے ہی انہیں ہر طرف پولیس ہی پولیس دکھائی دی.... ایک طرف اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ نظر آیا... چونکہ وین ان کی نہیں تھی، اس لیے وہ انہیں جلد نہ دیکھ سکا.... جب وہ وین سے اترے، اسی وقت ان کی طرف لپکا۔

"ہاں بھئی .... کیا خبر ہے...."

"آپ کا فون ملتے ہی ہم لوگ یہاں پہنچ گئے تھے...... ہمارے پہنچنے کے چند منٹ بعد پولیس بھی پہنچ گئی..... اب

صورت حال یہ ہے پوری عمارت گھیرے میں ہے ... لیکن ہوٹل کے تمام دروازے ہمارے آنے سے پہلے ہی بند کیے جا چکے تھے۔ اس وقت سے اب تک ایک دروازہ بھی نہیں کھلا.... چونکہ آپ کی ہدایات یہ تھیں کہ آپ کے آنے سے پہلے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے .... اس پر ہم نے کچھ نہیں کیا۔" اس نے جلدی جلدی بتایا۔

"ہوں ... ٹھیک ہے... اب لاؤڈ سپیکر پر اعلان شروع کرو، کہ ہوٹل میں موجود لوگ ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر آ جائیں... اس صورت میں ان کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر انھوں نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو انجام بھیانک ہو گا۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور پولیس آفیسرز کو ہدایات دینے کے لیے چلا گیا.... جلد ہی اعلان نشر ہونے لگا.... کئی بار اعلان کیا گیا... لیکن ہوٹل کا کوئی دروازہ نہ کھلا اور نہ ہی کسی کی آواز سنائی دی.... آخر دروازے توڑنے کا حکم دینا پڑا... دروازے توڑنے سے پہلے کانسٹیبل رائفلیں لیے مورچوں کی صورت میں ڈٹ گئے.... آخر صدر دروازہ ٹوٹ گیا.... لیکن اندر سے کوئی فائر نہ کیا گیا.... نہ ہی اندر کسی کی موجودگی کے کوئی آثار نظر آئے.... ڈرتے ڈرتے پولیس اندر داخل ہوئی اور پھر ان سب پر یہ حقیقت کھلی کہ ہوٹل میں ایک شخص بھی موجود نہیں تھا...

"یہ... یہ کیا ہوا ابا جان۔" فاروق ہکلایا۔

"ہوتا کیا.... ہیٹ والے نے کسی فون بوتھ تک پہنچنے کے فوراً بعد ہوٹل کو فون کیا اور وہ سب اسے خالی کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"لیکن.... اب کیا ہو گا۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"اب.... بھلا اب کیا ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید اداس انداز میں مسکرائے۔

"ہاں اور کیا.... سانپ نکل گیا، لکیر پیٹا کر۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"لے دے کے.... ہمارے پاس بس ایک ہی چیز بچی ہے۔" ایسے میں فرزانہ بول پڑی۔

"لیکن جمشید.... میرے ایک کروڑ روپے کا کیا بنے گا۔"

"پتا نہیں.... میں خود الجھن میں ہوں.... اگر وہ ہیٹ والا گرفت میں آ جائے تو بہت کچھ ہو سکتا تھا۔" انہوں نے کہا۔

"ہائے فرزانہ.... تم کیا کہہ رہی تھیں.... لے دے کے ہمارے پاس کیا چیز بچی ہے۔" محمود نے گویا یاد کرایا۔

"ایک تو جب بھی کوئی چیز بچتی ہے.... لے دے کے بچتی ہے۔" فاروق بولا۔

"دھت تیرے کی.... کسی وقت تو باز آ جایا کرو۔" محمود نے بھنا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"میں اس نوٹ بک کی بات کر رہی تھی.. جو اب ہمارے پاس ہے، صرف وہ بچی ہے.... شاید اس کے ترجمے سے ہم کوئی کام کی

بات معلوم کر سکیں...."

"اوہ ہاں.... جامی صاحب اس تحریر کا اس وقت تک ترجمہ کر چکے ہوں گے۔" محمود بولا۔

"ٹھیک ہے.... ان کے ہاں بھی ہو آتے ہیں...."

ہوٹل سوبان کو سیل کر دیا گیا.... اب وہ جامی کی طرف روانہ ہوئے.... جامی کے دروازے پر نگران پُرسکون انداز میں کھڑے نظر آئے.... انہیں آتے دیکھ کر چوکس ہو گئے۔

"کیوں بھئی.... کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔"

"جی.... جی نہیں.... وہ دور تک کسی گڑبڑ کے آثار نظر نہیں آئے۔" ان میں سے ایک بولا۔

"بہت خوب.... آؤ بھئی.... جامی صاحب سے مل لیں۔" انھوں نے کہا اور دروازے پر دستک دی.... ایک منٹ تک انتظار کرنے کے بعد انھوں نے پھر دستک دی، لیکن اس وقت تک ان کی پیشانیوں پر بل پڑ چکے تھے۔

"خیر معلوم نہیں ہوتی۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"کیا مطلب سر۔" ایک نگران نے چونک کر کہا۔

"دروازہ کھلنے میں اتنی دیر نہیں ہونی چاہیے.... محمود.... فاروق تم دوڑ کر مکان کے پچھلے حصے کا جائزہ لے آؤ۔" انھوں نے کہا۔

"جی بہتر۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا اور دوڑ لگا دی .....

جلد ہی ان کی واپسی ہوئی .... محمود نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا.

"مکان کا پچھلا دروازہ کھلا پڑا ہے اور .... اور ہمارا خیال ہے .... جامی صاحب اندر نہیں ہیں ..."

"نہیں !!!" انہوں نے خوف زدہ انداز میں کہا اور پھر سب کے سب پچھلے دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔

ہیٹ کے نیچے

کھلے دروازے سے وہ اندر داخل ہوئے اور جامی کے کمرے میں پہنچے .... لیکن پورا مکان بھائیں بھائیں کر رہا تھا، جامی اور نوٹ بک کا کہیں پتا نہیں تھا .... انھوں نے پورا مکان چھان مارا ... لیکن کچھ پتا نہ چل سکا.

"حیرت ہے .... مجرموں نے جامی صاحب کو پچھلا دروازہ کھولنے پر کس طرح مجبور کیا ہو گا." فرزانہ بڑبڑائی۔

"کوئی چال تو چلی ہو گی ..." فاروق نے کہا.

"اور یہ سب نگرانوں کی کوتاہی کی وجہ سے ہوا .... ان میں سے دو کو پچھلی طرف بھی موجود رہنا چاہیے تھا." محمود نے کہا.

"نہیں بھئی ... ان لوگوں کو الزام نہیں دیا جا سکتا .... کیونکہ ہم میں سے کسی نے بھی اس طرف توجہ نہیں دی ... ان سے پہلے ہمیں اور ہم سے بھی پہلے جامی صاحب کو یہ خیال آنا چاہیے تھا

کہ مجرم کسی طرح اس طرف کا دروازہ بھی کھلوا سکتے ہیں۔"... انسپکٹر جمشید
حیرت میں گم لہجے میں بولے۔

اب انھوں نے جامی کے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا... کمرے
میں کسی قسم کی بے ترتیبی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے، گویا انہیں
نہایت اطمینان سے اغوا کیا گیا تھا...

"اب... اب ہم انھیں کہاں تلاش کریں گے؟" فاروق بڑبڑایا۔

"سارے شہر میں... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" فرزانہ
نے اسے گھورا۔

"اچھا... نہیں ہو گی۔"

"وہ لوگ جاتے ہوئے وہ نوٹ بک بھی تو لے گئے... اتنا بھی
نہ کیا، ہمارے لیے، وہ نوٹ بک ہی چھوڑ جاتے۔" فاروق بولا۔

"ارے... یہ کیا۔" محمود کی چونکا دینے والی آواز سنائی دی۔

"خدا کا شکر ہے... ایسے میں کسی ارے کی آواز تو سنائی دی..
ترس گئے تھے کان ارے سننے کے لیے۔" فاروق خوش ہو کر بولا۔

"چپ رہو... ہاں محمود... تم کس بات پر چونکے؟" فرزانہ نے
بے تابانہ لہجے میں کہا۔

انھوں نے دیکھا... محمود کی نظریں ایک تصویر پر جمی تھیں...
تصویر دیوار پر بالکل ٹیڑھی لگی ہوئی تھی...

"اس میں کیا خاص بات نظر آ گئی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

جب ہم نوٹ بک دینے آئے تھے... اس وقت یہ تصویر بالکل سیدھی
تھی۔ یہ تصویر ایک سمندر کا منظر ہے اور مجھے سمندری مناظر بہت پسند
ہیں، لہٰذا اس وقت میں نے اس تصویر کو پسندیدگی کی نظروں سے
دیکھا تھا... اس لیے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ تصویر بالکل سیدھی
تھی..."

"تو پھر... اس سے کیا فرق پڑتا ہے... اغوا کے وقت کسی کا
ہاتھ اس سے ٹکرا گیا ہو گا۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اغوا کے وقت مجرموں اور جامی صاحب
کے درمیان زور آزمائی ہوئی ہے... لیکن کمرے کی اور کوئی چیز
اپنی جگہ سے ہلی ہوئی نظر نہیں آئی... بس یہ تصویر ٹیڑھی ہو گئی،
ہے، حالانکہ یہ کافی اونچائی پر لگائی گئی ہے اور عام حالات میں
تو آدمی کا ہاتھ تصویر سے نہیں ٹکرا سکتا تھا..."

"محمود ٹھیک کہہ رہا ہے..." انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے لہجے
میں بولے اور تصویر کی طرف بڑھے۔

"تو کیا محمود یہ کہنا چاہتا ہے کہ اغوا کے وقت کوئی گڑبڑ نہیں
ہوئی... اگر گڑبڑ ہوتی تو کچھ اور چیزیں ضرور جگہ سے ہلی ہوتیں۔ اور
ان لوگوں کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ چیزوں کو دوبارہ ترتیب دیتے۔
اگر ان کے پاس ایسا کرنے کی فرصت تھی تو پھر انہوں نے تصویر
کو بدھا کیوں نہیں کیا۔" فرزانہ پر جوش انداز میں کہتی چلی گئی۔

"ہاں! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید تصویر تک پہنچ گئے... انہوں نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور سیدھا کرنے کی کوشش کی... لیکن ان کے ہاتھ فریم تک نہ جا سکے... تصویر کے بالکل نیچے ایک میز رکھی تھی ...اب وہ اس پر چڑھ گئے.... دوسرے ہی لمحے ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا... فریم کے پیچھے ایک چوکور خانہ بنا تھا اور اس خلانے کے اندر سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔

"لو بھئی... یہاں تو سیڑھیاں موجود ہیں... غالباً جامی صاحب نے اس طرف جانے کے بعد تصویر کو سیدھا کرنے کی کوشش تو کی، لیکن پوری طرح سیدھا نہ کر سکے... ورنہ ہم سارے شہر میں تلاش کرتے رہتے اور بری طرح ناکام ہو جاتے... میں جا رہا ہوں تم لوگ بھی آنا چاہو تو آ جاؤ... لیکن پہلے نگرانوں کو اندر بلا لو... کیونکہ کچھ نہیں کہا جا سکتا... اندر کتنے آدمی موجود ہوں۔"

انہوں نے دونوں ہاتھ خانے پر رکھے اور اچک کر اندر داخل ہو گئے... محمود نگرانوں کو بلانے کے لیے دوڑا... انسپکٹر جمشید کے پیچھے خان رحمان، فاروق اور فرزانہ اوپر چڑھے... اتنے میں محمود بھی آ گیا... ایک آدمی کے اندر داخل ہونے کے لیے کافی جگہ تھی... سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں... اوپر تین کمروں کی لمبائی اور

اور چوڑائی کے برابر چھت نظر آئی... اس کے تین فٹ کی اونچائی پر مکان کی دوسری چھت تھی... گویا مکان دوہری چھت والا بنایا گیا تھا، لیکن نیچے سے دوسری چھت نظر نہیں آ سکتی تھی... اب انہیں جھک کر چلنا پڑا.... وہ رکوع کی صورت آگے بڑھے اور یہ دیکھ کر ٹھٹک گئے کہ جامی صاحب اور ہیٹ والا دونوں وہاں موجود تھے اور ان دونوں کے ہاتھوں میں پستول تھے... پستولوں کی نالیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"میں نے کہا تھا نا جناب... صرف آپ اس جگہ پناہ لے لیں اور مجھے نیچے رہنے دیں، اس طرح ان لوگوں کو نہایت آسانی سے اُلّو بنایا جا سکتا تھا..." جامی زہریلے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تم بھی اُلّو ہو جامی... آخر تم نوٹ بک کا کیا ترجمہ کرتے... انسپکٹر جمشید معمولی آدمی نہیں ہیں، وہ فوراً بھانپ لیتے کہ تم نے فرضی ترجمہ کیا ہے...." ہیٹ والے نے بھنا کر کہا۔

"فرضی ترجمہ... یہ... یہ تو کسی —" فاروق نے کہنا چاہا لیکن اسی وقت فرزانہ جل بھن کر بول پڑی۔

"بس بس... رہنے دو... اس جھکی ہوئی حالت میں بھی تم نہیں رہ سکتے۔"

"اچھا... رہ جاتا ہوں۔"

"بھئی اب ان پستولوں کو تاننے کا کوئی فائدہ نہیں... بہتر یہی ہو گا کہ خود کو ہمارے حوالے کر دو..."

"کیوں، فائدہ کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ نیچے پولیس موجود ہے... تم دونوں بچ نہیں سکو گے.."

"زندہ تو ہمیں یوں بھی نہیں چھوڑا جائے گا.... تو کیوں نہ ہم تم لوگوں میں سے چند کو ختم کر کے مریں؟" ان الفاظ کے ساتھ ہی ہیٹ والے نے فائر کر دیا، لیکن اس کے پستول کی نالی سے گولی نکلنے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ کو ایک زبردست جھٹکا لگا... خان رحمان — تہہ خانے میں داخل ہوتے وقت پستول اپنے ہاتھ میں لے چکے تھے، اسی لیے انھوں نے ہاتھ کمر کے پیچھے کر رکھا تھا... دوسرے یہ کہ انسپکٹر جمشید ان کے آگے تھے.... انھوں نے ان کی اوٹ لیتے ہوئے فائر کیا تھا... پہلے فائر کے فوراً بعد انھوں نے دوسرا فائر کیا اور جامی کے ہاتھ سے بھی پستول نکل گیا، لیکن ساتھ ہی ہیٹ والے نے انسپکٹر جمشید پر چھلانگ لگائی اور اس قدر زور سے ان سے ٹکرایا کہ خان رحمان بھی ان کی لپیٹ میں آ گئے... تینوں دھڑام سے گرے۔

محمود، فاروق اور فرزانہ بوکھلا گئے... انہیں اور تو کچھ نہ

سوجھا.... انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر گرے ہوئے پستولوں پر جھپٹ پڑے... محمود، فاروق ایک ایک پستول اٹھانے میں کامیاب ہو گئے، البتہ فرزانہ خالی ہاتھ رہ گئی... لیکن اس نے دوسری طرف وار کیا، یعنی سر کی ٹکر جامی کے سینہ پہ دے ماری.... جامی اس کی طرف سے بالکل بے خبر تھا.. وہ تو خوف زدہ انداز میں ان تینوں کو الجھا ہوا دیکھ رہا تھا.. خان رحمان انسپکٹر جمشید کے نیچے دبے ہوئے تھے اور ان کے اوپر ہیٹ والا تھا.... ہیٹ والے کی کمر چھت کو چھو رہی تھی — اور وہ چھت کی وجہ سے ان دونوں پر زبردست دباؤ ڈال رہا تھا...

"یار جمشید.... میں بہت مشکل میں ہوں۔" خان رحمان گھبرا کر بولے۔

"فکر نہ کرو... میں درمیان میں سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہوں.... اس صورت میں تم پر صرف ایک آدمی کا بوجھ رہ جائے گا۔" وہ مسکرا کر بولے۔

اگر وہ کھلی جگہ میں ہوتے تو اس وقت تک کبھی کا ہیٹ والے کو اپنے اوپر سے اچھال چکے تھے۔ ایسے میں محمود اور فاروق ان کی طرف بڑھے... دونوں نے ہیٹ والے کی کن پٹی پر پستول رکھ دیے اور محمود نے کہا۔

"اوپر سے اتر آؤ.... ورنہ دو گولیاں اکٹھے دو سوراخ تمہاری کھوپڑی میں کر دیں گی۔"

"پروا نہیں... میں نہیں اتروں گا۔" اس نے غرا کر کہا۔

"اچھا تو پھر یہ لو۔" محمود نے کہا اور دونوں نے ایک ساتھ پستول کے دستے اس کے سر پر دے مارے۔ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی.... ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے... اور انھوں نے اسے اوپر سے کھینچ لیا.... ادھر فرزانہ ابھی تک جامی سے الجھی ہوئی تھی... دونوں جھکے جھکے ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے... رکوع کی حالت میں لڑائی شاید انہیں اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ لڑنا پڑ رہی تھی۔

جلد ہی جامی کے بھی کس بل نکل گئے... نگرانوں میں سے ایک مزید پولیس کے لیے پہلے ہی فون کر چکا تھا.... باقی اوپر چڑھ آئے.... انھوں نے دونوں کو دبوچ لیا.... نوٹ بک بھی وہیں موجود تھی۔ اس پر قبضہ کر لیا گیا...

اب وہ نچلے کمرے میں آئے... جلد ہی اکرام اور پولیس والے پہنچ گئے...

"آخر یہ سارا چکر کیا ہے۔"

"سارا چکر راشی بیگ کی نوٹ بک کے ترجمے سے معلوم ہو سکے گا.... لیکن میں نے بھی کچھ اندازے لگائے ہیں.....

اور میرا خیال ہے.... وہ اندازے کچھ زیادہ غلط ثابت نہیں ہوں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کچھ زیادہ کیا... ہمارے خیال میں تو ذرا بھی غلط نہیں ہوں گے۔"

"لیکن میں چاہتا ہوں... نعمان شاہد آ لیں... تاکہ میرے غلط اندازوں کا بھی عین وقت پر پتا چل جائے۔"

"اور یہ نعمان شاہد کون ہیں۔"

"جامی سے سینیئر آدمی ہیں، اس نوٹ بک کو آسانی سے پڑھ سکیں گے۔"

"گویا ہمیں ان کی آمد تک انتظار کرنا ہو گا، دوسرے لفظوں میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا ہو گا۔" فاروق بولا۔

"ہاں... بالکل۔" خان رحمان مسکرائے۔

آخر نعمان شاہد آ گئے... نوٹ بک انہیں دی گئی... انھوں نے ترجمہ کرنے کا کام شروع کیا.... اس کام میں انھوں نے ایک گھنٹا لگایا۔ آخر بولے۔

"میں اپنا کام ختم کر چکا ہوں۔"

"تو پھر میں اپنا بیان شروع کرتا ہوں.... آپ بس مجھے اس جگہ ٹوکتے رہیے گا.... جہاں میں غلط کروں.... واضح رہے کہ میں جو کچھ کہوں گا اپنے اندازوں اور واقعات کی کڑیوں کو

ملانے کی وجہ سے کہوں گا... اور وہ بالکل غلط بھی ہو سکتا ہے... ہاں تو کہانی دراصل یہ ہے کہ راضی بیگ ظاہر میں دشمن ملک کے جاسوس تھے... لیکن دراصل وہ ہمارے ہی ملک کے جاسوس تھے. دشمن ملک کو غلط اطلاعات.... جو حکومت چاہتی بھیجا کرتے تھے اور ان کے پروگراموں سے مجھے خبردار کرتے رہا کرتے تھے... ان کے بارے میں آئی جی صاحب نے مجھے بتا رکھا تھا... ایک دو بار میری ان سے ملاقات بھی ہو چکی تھی.... اب معلوم ہوتا ہے جیسے دشمن ملک کو ان کے اس دوہرے کردار کا پتا چل گیا اور انہوں نے راضی بیگ کو چیک کرنے کا پروگرام بنایا، یہ کام ہیٹ والے صاحب کو سونپا گیا.... ہوٹل کا انتظام پہلے ہی اس کے پاس تھا... ٹائی گرے نام کا مالک تھا.... ورنہ وہ اس کے اشاروں پر ناچتا تھا... اس شخص نے ایک انوکھا منصوبہ بنایا، اس کے ملک کی طرف سے اسے یہ اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی کہ ہمارا دوست ملک ٹم ٹام کے علاقے میں اپنا فوجی اڈا قائم کرنے کا پروگرام بنا چکا ہے... بس اسی چیز پر اس نے اپنے منصوبے کی بنیاد رکھی... سب سے پہلے اس نے پراپرٹی ڈیلروں سے بات کی... انہیں بتا دیا کہ عنقریب اس زمین کی قیمت کروڑوں روپے تک پہنچنے والی ہے... ڈیلر حضرات فوراً اپنے ایجنٹ حرکت میں لے آئے اور جتنے لوگوں کے پاس زمین تھی... ان سب سے

ملے، زمین خریدی اور پھر ٹم ٹام میں باقاعدہ کیمپ لگ گیا... خرید و فروخت ہونے لگی... لیکن یہ سارا کام اس کے اشاروں پر ہو رہا تھا... اور اس کے پروگرام کے مطابق اس گھڑی کے ذریعے، جو گھڑی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک طاقت ور ٹرانسمیٹر بھی ہے.. دشمن ملک نے راضی بیگ کو اطلاع دی کہ وہ لوگ ملک میں خرید و فروخت کا ایک طوفان کھڑا کر رہے ہیں... اس طوفان کی پوری رپورٹ انہیں بھیجی جائے... یہ ایک چال تھی... لیکن راضی بیگ کو خیال تک نہیں تھا کہ یہ ایک چال ہو گی.... چنانچہ راضی بیگ نے جونہی خرید و فروخت کے طوفان کی خبر مجھے دی... انہیں معلوم ہو گیا کہ راضی بیگ دوہرا کردار ادا کر رہے ہیں... ہیٹ والے کو ان کے قتل کا حکم دے دیا گیا... اس نے اپنا ایک جلاد راضی صاحب کی طرف روانہ کر دیا... اور میں ان کی طرف روانہ ہو چکا تھا.... جلاد مجھ سے کچھ ہی دیر پہلے پہنچا.... وہ اپنا کام کر کے فارغ ہوا ہی تھا کہ میں گھر میں داخل ہوا، اس نے آہٹ سنی اور بھاگ کھڑا ہوا... میں نے چھت پر چڑھ کر اسے دیکھ لیا.... اور اس کی طرف دوڑا... یہاں تک کہ اسے جا لیا، میری اور اس کی جھڑپ ہوئی... اس نے بھاگنے کی کوشش کی... لیکن ہیٹ والا یہ ساری نقل و حرکت کسی درخت کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا... اس نے محسوس کر لیا کہ اب وہ میرے ہاتھ سے بچ نہیں

سکے گا... اور میں اس سے راز اگلوا لوں گا.... چنانچہ اس نے اسے ختم کر دیا... اور پھر وہاں سے غائب ہو گیا... اب چونکہ ان کا مقصد حل ہو گیا تھا... لہذا انہوں نے خرید و فروخت کا چکر بند کرنے کا اشارہ کر دیا... اور ڈیلروں نے آخری بار زمین کو فروخت کر کے خریداری بند کر دی... جلاد کے بارے میں پتہ چلا ... وہ مودی بانس والا ہے... اور اس کا اٹھنا بیٹھنا ہوٹل سوبان میں ہے.... ہوٹل سوبان پہلے ہی شک کی زد میں تھا... چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے... اور اس طرح وہاں ٹامی گرے سے ملاقات ہوئی۔ ٹامی گرے ہمیں ہیٹ والا تک لے آیا، ہیٹ والا ہمیں لے کر ٹام تک آ گیا... ان لوگوں کا ارادہ ہمیں زندہ دفن کرنے کا تھا... لیکن ہوتا تو وہی ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"تت... تت... تو... میرے ایک کروڑ۔" خان رحمان ہکلائے۔

"فکر نہ کرو خان رحمان.... یہ ساری خرید و فروخت ایک جعل سازی تھی... سارے پراپرٹی ڈیلر اور ان کے ایجنٹوں کو گرفتار کیا جائے گا.... اور ان سب لوگوں کی رقوم واپس دلوائی جائیں گی..."

"ارے... نعمان شاہد صاحب... آپ نے تو ایک بار بھی ابا جان کو نہیں ٹوکا۔" فاروق نے چونک کر کہا۔

"ٹوکتا کیسے... نوٹ بک میں یہی کچھ لکھا ہوا ہے کہ وہ ڈبل کردار ادا کر رہے تھے... بس ایک اور بات انہوں نے یہ لکھی ہے کہ اس سارے منصوبے کو چلانے والا الفو نامی ایک شخص ہے۔"

"الفو۔" وہ چلا اٹھے۔

"اف خدایا... وہی جو پراپرٹی ڈیلر غازی اکبر کے شامیانے میں داخل ہوا تھا اور یہ اطلاع دی تھی کہ زمین کا بھاؤ طوفان کی سی تیزی سے چڑھ رہا ہے... لہذا خرید و فروخت بند کر دی جائے...." محمود تیز تیز آواز میں بولا۔

"تب یہ ہیٹ والا الفو ہی ہو گا... اکرام اس کا ہیٹ اتار دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

جونہی ہیٹ اور تاریک شیشوں والا چشمہ اتارا گیا... الفو کا چہرہ انہیں دکھائی دینے لگا...

"مجھے یاد آ رہا ہے... مرتے وقت راضی بیگ نے منہ سے دو بار ال... ال نکالا تھا... اس وقت ہم یہ سمجھے تھے کہ وہ اللہ پکارنا چاہتا ہے.... لیکن دراصل وہ الفو کہنا چاہتا تھا۔ تاکہ ہم فوراً الفو کے پیچھے پڑ جائیں..."

"اوہ... ہاں... لیکن ان کا ال کہنا ہمارے کسی کام نہ آیا اور نہ ان کے کام آیا... کاش وہ الفو کی بجائے اللہ ہی منہ سے نکالنے کی کوشش کر لیتے...."

"وہ نیک آدمی تھے... ملک اور قوم کے لیے خدمات انجام دیتے ہوئے ہلاک ہوئے ہیں... انشاءاللہ جنت میں ہی جائیں گے۔"

"وہ تو پہلے جائیں گے جنت میں... مسٹر الفو، جابی اور ان لوگوں کے ساتھی چلے جائیں گے جیل میں، سوال یہ ہے کہ ہم کہاں جائیں گے" فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہم.... بھلا ہم کہاں جاتے... اپنے گھر جائیں گے۔"

"ایک تو یہ بڑی مصیبت ہے.... ہر کیس کے آخر میں ہمیں گھر ہی جانا پڑتا ہے..." فاروق نے کڑوا کسیلا منہ بنایا اور وہ مسکرانے لگے!!

---

۲۵۰ روپے کا نقد انعام

ہیٹ والا کا انعامی سوال!

س : ہیٹ والے کا پروگرام کیا تھا؟

○

سب سے پہلے موصول ہونے والے درست جواب پر مبلغ ۲۵۰ روپے کا نقد انعام بذریعہ منی آرڈر ارسال کیا جائے گا۔

(ادارہ)

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ١١٠

نوٹ بک

مصنف : اشتیاق احمد

- انسپکٹر جمشید نے انہیں ایک عجیب و غریب حکم دیا۔
- شمالی پہاڑیوں پر ایک عجیب ہنگامہ۔
- اس ہنگامے میں محمود، فاروق اور فرزانہ بھی شامل ہو گئے۔
- اس سارے ہنگامے کی تہہ میں کیا راز کام کر رہا تھا۔
- ایک ایسا راز، جو بہت خوف ناک تھا۔ آخر میں آپ اچھل پڑیں گے۔

قیمت : ٦ روپے

آیندہ ناول کی ایک جھلک :

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ١١١

وادیٔ مرجان

مصنف : اشتیاق احمد

- محمود، فاروق اور فرزانہ نے اس بار ایک نیا پروگرام بنایا۔
- اس پروگرام میں خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بھی شامل کیا گیا۔
- یہ پروگرام انہیں وادیٔ مرجان لے گیا۔
- وادیٔ مرجان میں کیا ہو رہا تھا۔ انہیں قدم قدم پر جھٹکے لگے۔
- اور آخر میں ایک خوف ناک خطرہ ان کے سر پر آ گیا۔

لیکن آپ اسے ایک ناول نہیں کہہ سکتے۔

قیمت : چھ روپے

آئندہ ناول کی ایک جھلک :

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا سیریز ۳۷

سرخ تحریر

— مصنف : اشتیاق احمد —

- بارش کے طوفان نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔
- ایسے میں سڑک کے کنارے انہیں ایک آدمی ملا۔
- اس کے الفاظ عجیب وغریب تھے۔
- طوفان نے انہیں کن حالات میں الجھایا۔
- دو حویلیوں کی کہانی، جو ایک جیسی تھیں۔

ت : چھ روپے

آئندہ ناول کی ایک جھلک :

شوکی سیریز ۱۹

بند محل
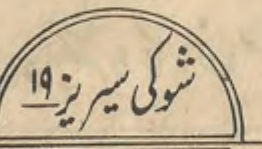
— مصنف : اشتیاق احمد —

- شوکی برادرز کے پاس ایک پراسرار آدمی کی آمد۔
- وہ شخص بار بار ایک ہی خواب دیکھ رہا تھا۔
- اس کا خواب سن کر شوکی برادرز کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔
- خواب کیا تھا — خواب کی تہہ میں کیا راز کام کر رہا تھا۔
- ایک حیرت بھری کہانی۔

قیمت : چھ روپے

بوڑھا چہرہ کا انعام

درست جملہ یہ تھا :

"خیر آپ لوگ فکر نہ کریں ـــ انشاءاللہ ہم بہت جلد چور کو پکڑ لیں گے ــ" محمود نے کہا۔

درست جملوں کی قرعہ اندازی کے بعد ۲۵۰/ روپے کے انعام کے حق دار :

عادل رشید A.594/ 3 لیاقت آباد، کراچی [۱۹]

قرار پائے۔ انہیں انعام روانہ کیا جا رہا ہے۔